ماہنامہ نعت لاہور
ستار وارثی کی نعت گوئی

جلد ۶ مارچ ۱۹۹۳ء شمارہ ۳

ستار وارثی کی نعت گوئی

ایڈیٹر: راجا رشید محمود

ڈپٹی ایڈیٹر: شہناز کوثر

مشیرِ خصوصی: چوہدری رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ

مینجر: اظہر محمود

خطاط: منظر رقم وارثی

قیمت ۱۵ روپے (فی شمارہ)
۱۶۰ روپے (زرِ سالانہ)

پرنٹر: حاجی محمد نعیم کھوکھر۔ جیم پرنٹرز۔ لاہور
پبلشر: راجا رشید محمود

بائنڈر: خلیفہ عبدالمجید۔ بک بائنڈنگ ہاؤس ۳۸۔ اردو بازار۔ لاہور

اظہر منزل مسجد سٹریٹ نمبر ۵۔ نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ
فون ۶۲۳۶۸۴ لاہور (پاکستان) پوسٹ کوڈ ۵۴۵۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"نعت" کی اشاعت سے دُنیوی منافع کی امید کس کم بخت کو کبھی
تھی، اب ہے یا آیندہ ہوگی

لیکن "نعت" نے ہمیں درود شریف پر لگا دیا — اور، یہ وظیفہ،
خداوندی کبھی کسی کے لیے گھاٹے کا سودا نہیں ہوا۔ اس
پر دُنیا کی منفعتیں نثار، دُنیوی بہبود کی سب صورتیں قربان!
"نعت" کی اشاعت کے پانچ برسوں میں مجھے تین بار مدینۂ مکرمہ
میں حاضری کی توفیق مل گئی

ہے کوئی اس خوش قسمتی کا جواب؟

اب، دسمبر ۹۲ میں جو حاضری ہوئی، اُس میں تو میں نے غارِ ثور
کو بھی چُوما۔ اس بار سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ
میں حاضری کی میری دیرینہ تمنّا کو بھی تعبیر ملی
اس سفر نے مجھے سراپا عشق لوگوں سے ملا دیا۔ ایسے اہلِ محبت
کی زیارت ہوئی الحمدللہ کی ثنا کے ساتھ، میری اور
اُمّتِ مسلمہ کی سلامتی کے لیے دعاگو رہتے ہیں،
جنھوں نے میرے گھر بھر کو نواز دیا۔
اِن بڑے لوگوں سے میری نیاز مندی کا رشتہ تو میری سانسوں کی
ڈوری سے بندھ گیا ہے

وہ میرا سلام اُس بارگاہ میں پہنچاتے رہتے ہیں جہاں خالق درود
پہنچاتا ہے۔ وُہ اُس بارگاہ میں بھی میرا نام لیتے ہیں جہاں
کی سفارش دربارِ نبوی (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے کبھی رد نہیں ہوتی۔
اہلِ مدینہ کی عظمتوں کو سلیوٹ!

فہرست

جلوۂ حُسنِ ازل رُوئے محمدؐ مصطفٰےؐ
عیدِ نظّارہ ہے ابروئے محمدؐ مصطفٰےؐ

یہ مکان و لامکاں، حُور و ملک، جِنّ و بشر
ہیں اسیرِ دامِ گیسوئے محمدؐ مصطفٰےؐ

صبحِ اُمیدِ کرم ہے مُصحفِ رُخ آپؐ کا
ہے ہلالِ نور ہر مُوئے محمدؐ مصطفٰےؐ

دونوں عالم آپؐ کی نکہت سے ہیں مہکے ہوئے
عرش تک پھیلی ہے خُوشبُوئے محمدؐ مصطفٰےؐ

اُن کے در پہ ہوتی ہے تکمیلِ سجدہ زاہدو
قبلۂ عشّاق ہے رُوئے محمدؐ مصطفٰےؐ

چین ملتا ہے یہیں دیوانگانِ عشق کو
سجدہ گاہِ عشق ہے کُوئے محمدؐ مصطفٰےؐ

عرض کرنا باادب ستّارِ بیکس کا سلام
اے صبا! جائے اگر سُوئے محمدؐ مصطفٰےؐ

(آیۂ رحمت سے)

منزلِ عشقِ رسُول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راہی

حضرت ستّار وارثی

تحریر: ڈاکٹر محمود الرحمٰن (علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد)

حضرت ستّار وارثی کو شعر و ادب سے والہانہ لگاؤ اوائلِ عمری ہی میں پیدا ہو گیا تھا۔ بریلی اہلِ سخن کا شہر تھا۔ آئے دن بزمِ مشاعرہ منعقد ہوا کرتی تھی۔ دور دور سے شعرائے کرام آتے اور دادِ سُخن پاتے۔ بیت بازی کے مقابلے بھی اس زمانے کی تہذیب و ثقافت کا ایک اہم جُزو سمجھے جاتے تھے۔

سلوک و معرفت سے گہری وابستگی اور عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی فراوانی بھی اسی ماحول کا ثمرہ تھی۔ ایک تو بریلی کی فضا مذہبی تعلیم اور آنحضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے عشق و محبت کے جذبے سے سرشار تھی، شاید ہی کوئی ایسا دن گزرتا جس روز شہر میں دو چار میلاد شریف نہ ہوتی ہوں، نعتیہ محفلیں نہ سجائی جاتی ہوں، حُسنِ قرأت کا مقابلہ نہ منعقد ہوتا ہو، دوسرے حضرت ستّار وارثی نہایت کم عمری میں اپنے دادا محترم کی انگلی پکڑے بہ نفسِ نفیس سماع کی مخصوص محفلوں میں شریک ہوتے رہے۔ بریلی کی مختلف خانقاہوں میں اہلِ دل اور صاحبِ نظر فقرا کا ہمہ وقت اجتماع رہتا تھا۔ "ننھے ستّار" کو ان کی صُحبتِ بابرکت سے مستفیض ہونے کا مسلسل موقع ملتا رہا۔۔۔ یہی نہیں، وہ اپنے والدِ محترم کے ہمراہ بچپنے ہی سے دہلی، بھوپال اور لکھنؤ جیسے شہروں میں کاملینِ وقت سے شرفِ ملاقات حاصل کرتے رہے۔ اور پھر، یہ تعلقِ سرمدی ایک دن انتہائے کمال کو پہنچ گیا۔

سلسلۂ وارثیہ سے یہ وابستگی حضرت شاہ ستّار وارثی کی باطنی تعلیم کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ مُرشدِ کامل سے والہانہ شیفتگی ان کے چراغِ شوق کی لَو مسلسل بڑھاتی

رہی، تاآنکہ عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہی ان کی حیاتِ دو روزہ کا مقصد و منتہٰی بن گیا، محبتِ سرکارِ وارث ہی ان کا مطمحِ نظر ٹھہرا اور یادِ الٰہی ہی ان کے روز و شب کا معمول قرار پایا۔

غرض اس فکر و فن، علم و ادب، تہذیب و ثقافت اور سلوک و معرفت کے دل کش و پُرفضا ماحول میں ممدوحِ مکرم نے پرورش پائی اور مبدائے فیض سے ودیعت شدہ اوصافِ حمیدہ اور رجحاناتِ لطیفہ کی آبیاری کرتے رہے۔

حضرت ستّار وارثی نے اپنی عملی زندگی کا آغاز تجارت سے کیا۔ چونکہ فطرت سپاہیانہ تھی، لٰہذا اس پیشے میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ اسی دوران ہندوستان کی تقسیم عمل میں آئی۔ موصوف کے آباؤ اجداد نے تحریکِ آزادی میں جس سرگرمی سے حصہ لیا تھا اور اپنا تن من دھن نچھاور کر دیا تھا، اس جذبے کے زیرِ اثر انہیں بھی اسلامیانِ ہند کی آزادی عزیز تھی۔ وہ مملکتِ اسلامیہ پاکستان سے دلی محبت رکھتے تھے۔ انہوں نے ۱۹۵۰ء میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ کھوکھراپار کے راستے پاکستان ہجرت کی۔

نئے وطن میں فروکش ہونے کے بعد حضرت ستّار وارثی نے تجارت شروع کی۔ اہل و عیال کو شکار پور میں چھوڑا اور خود گوجر خان، لاہور، قصور اور سرگودھا میں تلاشِ معاش کے لیے سرگرداں رہے۔ پھر ۱۹۵۱ء میں مستقلاً کراچی تشریف لے آئے اور جٹ لائنز کی چھوٹی سی ایک جھونپڑی میں رہائش پذیر ہوئے۔

کراچی آنے کے بعد حضرتِ ممدوح نے اوّل اوّل نجی کاروبار کا آغاز کیا، پھر کے ایل ایم ڈچ ائر لائنز سے وابستہ ہوئے جو بعد میں مُدوے ہاؤس کے نام سے موسوم ہوئی۔ جناب ستّار وارثی کو سرکارِ وارثؒ کے در سے یقین، صبر اور تحمل کی جو دولتِ بے بہا حاصل ہوئی تھی، وہی تو سنگین و مشکل ترین حالات میں ان کے لیے ایک ڈھال تھی۔

وہ عشق و محبت کی سرشاری و سرمستی سے اوائلِ عمری میں آشنا ہو چکے

تھے۔ دادا کی انگلی تھامے جب وہ مختلف خانقاہوں اور درگاہوں میں حاضری دیتے تو کاملینِ وقت کی رمز آشنا نگاہوں کے مکمل حِصار میں ہوتے۔ والدِ محترم کی معیت میں جب وہ دیوہ شریف کے روضۂ جنت نگاہ پر جبیں سائی کرنے پہنچتے تو مرشدِ کامل کے روحانی اثرات کے دائرۂ نور میں سما جاتے۔

رمز آشنا نگاہوں کا یہ حصار اور روحانی اثرات کا یہ دائرۂ نور "ننھے ستّار" کے دل و جاں کو ابتدا سے ہی مجلّٰی و مصفّٰی کرتا چلا گیا۔ حقیقت آگاہ درویشوں نے ان کے بچپنے کی دہلیز پر عشقِ حقیقی کی جو رنگ آمیزی کی تھی وہ نوجوانی کے جذبات انگیز دور اور جوانی کے ہوش رُبا لمحات میں بھی ان پر سایہ فگن رہی۔۔ انہوں نے اس حسین و جمیل دنیا کو دیکھا۔۔ مگر بہ رنگِ دیگر!۔۔ انہوں نے ہر سراپائے حُسن کا مشاہدہ کیا ۔۔۔ لیکن بہ طرزِ مختلف!۔۔ انہیں ہر شے میں حسن و جمالِ یار ہی نظر آیا کہ وہ دراصل عشقِ حقیقی کے پروردہ تھے۔ ان کے یہاں عشقِ مجازی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اہلِ دل کے لیے عشقِ الٰہی کی منزل اہم ترین منزل ہے کہ اس کو طے کیے بغیر سلوک و معرفت کا ہر عنوان بے جان اور ہر ادراک بے معنیٰ ہے۔ لیکن یہ منزل آخر نہیں!۔۔ اس کے بعد بھی کئی منازل آتی ہیں۔ ان میں سب سے اہم، سب سے افضل اور سب سے اعلیٰ منزل عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہے۔ اس مرحلۂ عشق و محبت کی اہمیت، افضلیت اور عظمت کا سبب خود ذاتِ خداوندی ہے کہ وہ محب ہے اور آنحضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اس کے محبُوب ہیں۔ لٰہذا جو خدا سے محبت کرتا ہے وہ لازماً اس کے محبُوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے بھی محبت کرے گا، بلکہ رضائے الٰہی کے حصول کے لیے اس جذبے میں شدت، اس عقیدت میں وسعت اور اس لگاؤ میں گہرائی امرِ ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عاشقانِ الٰہی ربّ العزت کی پیروی میں سرکارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی ذاتِ گرامی سے والہانہ محبت رکھتے ہیں اور اس محبت میں انہماک یوں بھی پیدا ہوتا ہے کہ خدا کا

عرفان کرانے والے، اس تک پہنچانے والے اور اس کی تعلیم سے آشنا کرانے والے آنحضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہی تو ہیں۔۔۔ یہی وہ منطقی نقطہ ہے جو ہمہ وقت عاشقانِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے پیشِ نظر رہتا ہے۔

حضرت شاہ ستّار وارثی بھی وحدتُ الوجود کی فنکارانہ عکّاسی کے بعد جس صنفِ سُخن کی جانب سب سے زیادہ متوجہ ہوئے ہیں اور بہ اندازِ احترامات فراواں مائل ہوئے ہیں، وہ نعت گوئی ہے جیسا کہ اہلِ علم و دانش جانتے ہیں، سرورِ کونین (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی ذات و صفات کا احاطہ کرنا ایک مشکل ترین فن ہے۔ اس میں ایک نہیں، کئی دشوار منزلیں آتی ہیں۔ ذاتِ اقدس (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا پاس و لحاظ، مرتبۂ رسالت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا ادراک و احساس، مناسب الفاظ کا انتخاب، تشبیہات و استعارات کا بامعنیٰ و برمحل استعمال، ہادیٔ برحق (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے محبت و عقیدت کا سچّا اظہار، سیرتِ پیمبرِ خاتم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا حقیقی و کلّی بیان اور تاثّراتِ قلبی کی صحیح پیش کش۔۔۔ یہ وہ امور ہیں جن کا برتنا ہر نعت نویس کے لیے انتہائی لازمی ہے اس لیے کہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر

حضرت ستّار وارثی ثنائے خواجہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے آداب سے بخوبی آشنا تھے۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں بے پناہ عشق اور والہانہ لگاؤ تھا۔ آنحضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا اسمِ ذات تمام عمران کی زبان پر رقت و اضطراری کے بغیر نہیں آیا۔ وہ فی الحقیقت حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے سچے شیدائی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ موصوف نے بارگاہِ رسالتمآب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں نہایت عقیدت و احترام کے ساتھ گلہائے نذرانہ پیش کیے ہیں۔ ان میں جذبے کا اظہار ہے، لیکن ادب کے ساتھ۔ عشق کا بیان ہے مگر احترام کے ساتھ۔ سیرتِ پیمبر (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا تذکرہ ہے، پرتقدّس آمیز انداز میں۔ سرورِ کونین (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی مدح سرائی ہے، بہ حضوریٔ دل!

کارزارِ عمل کے جانباز سپاہی

حضرت ستّار وارثی قبلہ گاہی

تحریر: ڈاکٹر محمد سعید خان وارثی (ایم۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ نیویارک)

تحریکِ آزادی کے مشاہیر میں مولانا محمد علی جوہرؔ، نواب بہادر یار جنگ اور رئیس الاحرار مولانا حسرت موہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے موصوف بہ ہمہ صفات ہونے کے بارے میں تو ہم نے پڑھا اور سُنا تھا لیکن جب سے ہمارا شعور پختہ ہوا ذوقی مشاہدے کی حد تک ہم نے گردشِ روزگار سے نبرد آزما اپنے والدِ بزرگوار حضرت عبدالستار خاں ستّار وارثی رحمۃ اللہ علیہ سے مجموعۂ اوصاف اور کوئی شخصیت اب تک اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھی۔ وہ بیک وقت ایک فصیح البیان شاعر، نڈر اور بیباک مقرّر، بہترین خطّاط اور مصوّر، طبیبِ حاذق، شہ زور و بہادر مجاہد، فنونِ عسکری کے ماہر، قرآن و سُنّت کے محرمِ اَسرار، قول و فعل میں یکسانیت کے علم بردار، مومنانہ وجاہت کے شاہکار، میدانِ عمل کے مردِ آزمودہ کار، عشق و مستی کی جیتی جاگتی تصویر، فیضانِ عشقِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے دانائے راز اور مبلّغ، غلبۂ اخفائے حال سے ظاہر بینوں کی نظر سے پوشیدہ ایک خدا ترس اور خدا رسیدہ بزرگ تھے جن کے فیضانِ باطنی اور تصرّفاتِ معنوی سے بے شمار طالبینِ راہِ حق مستفیض ہوئے اور غلامیٔ آلِ اطہر (علیہم السلام) کے صدقہ میں یہ سلسلہ ان کے اس دارِ فانی سے ملکِ بقا کی جانب کوچ کر جانے کے باوجود طالبانِ صادق کے لیے اب تک جاری و ساری ہے۔

مشربِ طریقت کے حوالے سے وہ سلسلۂ عالیہ وارثیہ سے وابستہ ایک عارفِ ذاتِ کبریا، عاشقِ محبوبِ خدا، فدائے اہلِ بیتِ اطہار و صحابۂ کرام، نشۂ معرفت سے

سرشار، ذاکرِ شب زندہ دار، گریاں بہ قلب، خنداں بہ لب، ناظرِ صفت جمال، بے نیاز صاحبانِ شوکت و جلال، تسلیم و رضا کے خوگر اور دریائے لطف و عطا کے شناور تھے اور اس وہب و عطایا کی منبع و مصدر وہ نسبت ہے جو انہیں اپنے مقتدا و پیشوا حضرت حاجی سید وارث علی شاہ قدس سرہ العزیز کے توسط سے دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک رسائی کی شکل میں حاصل ہے۔

میں اک محتاج اور شاہِ دو عالمؐ سے مجھے نسبت
بس اس در تک رسائی شاہِ وارثؒ کی بدولت ہے

اور پنجتنِ پاک علیہم السلام کے صدقہ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کرمِ خاص سے انہیں جس دولتِ فقر سے نوازا تھا، وہ ہمیشہ ان کے لیے سرمایۂ حیات رہی۔

نوازا فقر کی دولت سے جو سرکارؐ نے مجھ کو
یہ صدقہ ہے علیؓ و فاطمہؓ، شبیرؓ و شبرؓ کا

حضرت قبلہ گاہی قولِ رسولِ مقبول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) "الفقرُ فخری" کے دانائے راز تھے۔ وہ اکثر اثنائے گفتگو میں علامہ اقبالؒ کا یہ شعر دُہراتے تھے۔

مقامِ فقر ہے کتنا بلند شاہی سے
روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہیے

اُن کے یہاں فقر کا لفظ اِن معنی میں استعمال نہیں ہوتا کہ انسان دوسروں کا محتاج ہو کر زندگی بسر کرے بلکہ حدیث شریف کے مفہوم کے اعتبار سے بھی یہ ایک لفظ نہیں بلکہ اصطلاح ہے، جو ان معنی میں استعمال ہوتی ہے کہ مردِ مومن صاحبِ اختیار ہوتے ہوئے سب کچھ راہِ خدا میں لٹا کر متوکل رہے۔

انہوں نے ہمارے زمانۂ طالب علمی میں بہ کمالِ شفقت وقتاً فوقتاً ہمیں اور ہمارے دوستوں کو جو لیکچرز دیئے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ نئی نسل میں صحت مند سوچ اور مُثبت اندازِ فکر پیدا کرنا چاہتے ہیں، جس کے تحت نوجوانوں میں جدید علوم اور

مذہبی تعلیم کی تحصیل کے ساتھ ساتھ بلند ہمتی، بلند حوصلگی اور روحانی ترقی پروان چڑھ سکے۔ ان کے یہاں مقامِ فقر کی یہیں سے ابتدا ہوتی ہے۔ وہ مردِ درویش کو ایک سخت کوش، بلند حوصلہ، روشن خیال، اعلیٰ ظرف اور میدانِ عمل کا شہسوار دیکھنا چاہتے تھے۔ اس حوالے سے علامہ اقبالؒ کا یہ شعر انہیں بہت پسند تھا۔

طریقِ اہلِ دنیا ہے گلہ شکوہ زمانے کا
نہیں ہے زخم کھا کر آہ کرنا شانِ درویشی
یہ نکتہ پیرِ دانا نے مجھے خلوت میں سمجھایا
کہ ہے ضبطِ فغاں شیری، فغاں روباہی و میشی

_____ اور اس سلسلے میں وہ خود فرماتے ہیں:

نہ رازِ فقر سے واقف نہ جو خوگر قناعت کا
درِ خیرُ الوریٰؐ کا وہ کبھی سائل نہیں ہوتا

ان کا ایمان تھا کہ کسبِ حلال کو انسان کی روحانی پاکیزگی میں بنیادی حیثیت حاصل ہے اور اولاد کی تعلیم و تربیت انسان کا بہترین ترکہ ہے جسے بجا طور پر باقیاتُ الصالحات سے تعبیر کیا جا سکتا ہے چنانچہ وہ اپنے اہل و عیال کی کفالت کی ذمہ داریوں سے بحسن و خوبی عہدہ برآ ہونے کے لیے تمام زندگی مصروفِ عمل رہے۔ ان کا قلب ذاکر اور عشق کامل تھا۔ وہ کہیں بھی ہوں، کسی بھی حال میں ہوں یادِ مولا سے کبھی غافل نہ رہے۔

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار
لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

اور ایسی حضوریٔ قلب کی کیفیت میں وہ اپنے ذوقِ نعت گوئی کی تسکین اوراد و وظائف کی طرح فرماتے۔

اُنہیں کا لطف و کرم ہے مجھ پر، وہی ہیں ستّار فیض گستر
ہے نعت گوئی کی شکل میں اب جو میرے وردِ زباں محمدؐ

ان کی شخصیت کا سب سے نمایاں پہلو عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہے جس کے نتیجے میں شجاعت اور سخاوت جیسے اعلیٰ اوصاف سے (جو حقیقت میں غلامانِ آلِ اطہر کی پہچان ہیں) قدرت نے انہیں بڑی فیاضی کے ساتھ آراستہ کیا تھا۔ چنانچہ مالی مجاہدہ (سخاوت) اور مجاہدۂ نفس (شجاعت) کے زیرِ اثر ان کی شخصیت کرم، دلیری، بلند حوصلگی، کسرِ نفسی، ضبط و تحمل، متانت و بُردباری، صبر و استقامت، شکر و قناعت اور ایثار و محبت جیسے اوصافِ حمیدہ سے بخوبی متصف تھی۔

میں نے جب سے ہوش سنبھالا، انہیں رات کی تنہائی میں گھنٹوں قرآنِ کریم کی تلاوت میں مصروف دیکھا۔ ان کی زندگی کے معمولات بھی بڑے دل کش اور دلنشین تھے۔ وہ (ہمارے بچپن میں) نمازِ فجر کے لیے جگا کر مسجد چلا جاتے۔ مسجد سے واپس آکر قرآنِ کریم کی مختصر تلاوت کرتے۔ پھر دعائے جمیلہ، درودِ تاج اور عہد نامہ پڑھ کر اپنے والدین اور دیگر ارواح کو ایصالِ ثواب کرتے۔ اس سے فارغ ہو کر گھر کے آنگن میں لگے ہوئے پودوں کو پانی دیتے۔ اور آنگن میں چھڑکاؤ کرتے (ہمارے بچپن میں گھر کا آنگن کچا تھا)۔ پھر بہت ہلکی ورزش کے بعد ناشتہ کرتے اور دفتر چلے جاتے۔ دفتر سے واپسی پر گھر کے لیے سبزی ترکاری اور ہم لوگوں کے لیے پھل وغیرہ لیتے ہوئے گھر آتے۔ گھر میں داخل ہوتے ہوتے ہوئے بہت ہی مسرّت آمیز اور قدرے بلند آواز سے کہتے "السلامُ علیکم" اور سب بچوں سے مضبوطی سے ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتے۔ ان کی یہ باتیں اتنی اچھی لگتی تھیں کہ ہم لوگ ان کے دفتر میں آنے سے پہلے ہی ان کے انتظار میں بیٹھے رہتے تھے۔

نمازِ عشاء کے بعد رات گئے تک گھر پر آئے ہوئے عزیز و اقارب کے ساتھ ان کی دلنشیں گفتگو جاری رہتی۔ پھر بلند سرہانے والی مسہری پر گاؤ تکیہ کے سہارے وہ نیم دراز ہو کر آنکھیں بند کر کے استراحت فرماتے اور اس دوران ان کی آنکھوں سے اکثر آنسو جاری رہتے۔ خدا جانے اس وقت وہ بیدار ہوتے تھے یا نیند کی حالت میں۔

رات کے پچھلے پہر اٹھ کر وہ بہت دھیمی آواز میں قدرے ٹھہراؤ کے ساتھ

اذانِ فجر تک تلاوتِ قرآنِ کریم میں محو رہتے اور آیاتِ سجدہ پر بہت طویل سجدہ فرماتے تھے۔ اسی طرح بارگاہِ قاضی الحاجات میں جب وہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے تو دعا و مناجات میں دیر تک مستغرق رہتے۔ اس حالت میں ان کی شفق رنگ آنکھیں موتی لٹا لٹا کر ان کے خالی ہاتھ بھر دیا کرتی تھیں۔

ہم نے بہت کمسنی (۱۹۵۲ء) سے اپنے گھر کا یہی ماحول دیکھا کہ ہماری والدہ محترمہ خانم انتخاب بیگم (ریاست لی) دام ظلہا ہمیں قاعدہ بغدادی پڑھاتی تھیں اور "میلادِ اکبر" سے نعتیں یاد کراتی تھیں۔ ہمارے گھر ہر جمعرات کی شب بچوں کی محفلِ میلاد ہوتی تھی جس میں محلے کے دیگر بچے بھی شریک ہوتے تھے۔ ہر سال ربیع الاول شریف کے موقع پر موم بتیوں سے گھر پر چراغاں ہوتا اور مردانہ محفلِ میلاد کا اہتمام ہوتا۔ گیارھویں شریف کے مہینے میں غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نذر ہوتی، رجب کے مہینے میں امام جعفرِ صادق علیہ السلام کی نذر ہوتی (جسے کونڈے کہا جاتا ہے)۔ محرم الحرام کے پہلے عشرے میں گھر کی خواتین سمیت تمام لوگ ذکرِ شہادتین سنتے، ۷ سے ۱۰ محرم تک شربت پر شہیدانِ کربلا کی نذر ہوتی اور یہ شربت لنگر کی طرح تقسیم ہوتا۔ صفر المظفر کے مہینے میں ہمارے پیر و مرشد سیدنا حاجی حافظ سید وارث علی شاہ رضی اللہ عنہ کے عرس کے موقع پر نمازِ عصر کے بعد قرآن خوانی، نمازِ مغرب کے بعد فاتحہ خوانی و تقسیمِ لنگر اور نمازِ عشا کے بعد نعت خوانی اور پھر آخر شب تک محفلِ سماع کا اہتمام ہمارے گھر کے معمولات میں ہمیشہ رہا اور اب تک ہے۔

جناب ستّار وارثی رحمۃ اللہ علیہ کو عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور پنجتنِ پاکؓ کی محبت ورثہ میں ملی تھی۔ بچپن ہی سے آتشِ محبت ان کے سینے میں فروزاں تھی۔ ہمارے عم محترم جناب عبدالجبار خاں وارثی دام ظلہ العالی ان کے بچپن کے حالات بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ گھر سے ملنے والے پیسے جمع کر کے پرندے خرید کے آزاد کرنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ بچپن میں علامہ اقبالؒ کی نظم "پرندے کی فریاد" سن کر وہ بہت روتے تھے۔ اسی طرح کمسنی سے عالمِ جوانی تک وہ

محرّم الحرام کے دوران تعزیوں کے ساتھ ساتھ چلتے اور مرثیہ خوانی سن کر بہت روتے تھے اور اپنے جمع کیے ہوئے پیسے شہیدانِ کربلا کے نام پر خیرات کرتے تھے۔ ہم نے خود یہی دیکھا کہ آخر عمر تک ان کا یہ معمول تھا کہ محلّے کی سڑک پر تعزیوں کے استقبال کیلیے وہ گھر سے نکلتے اور سڑک کے کنارے اس وقت تک خاموش کھڑے رہتے جب تک یہ جلوس بہت آگے نہ چلا جاتا۔ اس سلسلے میں استفسار پر وہ صرف یہی فرماتے کہ محبّت کے انداز نرالے ہیں اور یہ بھی فرماتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔ بسا اوقات ایسے موقعوں پر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ایک گڈریے کی مشہور حکایت مولانا رومی علیہ الرحمہ کے الفاظ میں سناتے۔

وحی آمد سوئے موسیٰؑ از خدا
بندۂ ما را چرا کردی جدا
تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

وہ علامہ اقبالؒ کی تصنیف "اسرار و رموز" سے بہت متاثر تھے۔ اسی طرح شاہ نیاز بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت ——

اے دل بگیر دامنِ سلطانِ اولیاؒ
یعنی حسینؑ ابنِ علیؓ جانِ اولیا

اور مولائے کائنات کی شان میں ان کی منقبت ——

زہے عزّو جلالِ بوُتراب فخرِ انسانے
علیِ مرتضیٰ مشکل کشائے شیرِ یزدانے

—— جب اپنے مخصوص اور اثر آفریں ترنّم سے پڑھتے تو ان کی آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب امنڈ آتا، آواز بھرا جاتی اور ہچکیاں سی بندھ جاتی تھیں۔ یہ کیفیت

ایسی متاثر کن ہوتی تھی کہ سخت سے سخت دل شخص کی آنکھیں بھی نم ہو جاتی تھیں۔

حضرت قبلہ گاہی کو قرآنِ کریم سے گہرا شغف تھا۔ قرآن و حدیث کے مفاہیم پر وہ عمیق نظر رکھتے تھے اور ہمیشہ اسی دائرے میں رہتے ہوئے انھوں نے اپنے ذوقِ نعت گوئی کی تسکین کا سامان فراہم کیا۔ مزاج میں تحقیق کا عُنصر غالب تھا جس کے نتیجے میں موضوع احادیث اور ایسے صوفیانہ اقوال جو اپنے ظاہر میں قرآن و سنت سے متضاد معلوم ہوتے ہوں، ان کے بیان کرنے سے اجتناب کرتے تھے۔ اسی طرح شیخِ اکبر شیخ محی الدین ابن العربی کی "فصوص الحکم" اور "فتوحاتِ مکیّہ" انہیں بہت عزیز تھیں لیکن ان تصانیف کے دقیق معانی تک عوام تو عوام بیشتر خواص تک کے ذہن کی رسائی نہیں ہو سکتی لہٰذا انہوں نے شاذونادر ہی ان مضامین پر گفتگو فرمائی ہے۔ اس حوالے سے وہ فرماتے تھے کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِہِم یعنی لوگوں سے ان کی عقل (کی سطح) کے مطابق گفتگو کرو۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیّبہ کے گہرے مطالعہ سے وہ روحِ عبادت سے کماحقہٗ آگاہی حاصل کر چکے تھے۔ ان کی مذہبی سوچ عام مولویانہ اُپج سے بہت وسیع اور بلند تھی وہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ صرف ارکانِ اسلام کی بجا آوری کا نام عبادت نہیں بلکہ عبادت کا مفہوم و مقصد اس سے کہیں زیادہ وسعت کا حامل ہے البتہ آج کا مسلمان اس پر عمل پیرا ہوتے ہوئے بھی اس کا ادراک نہیں رکھتا۔ وہ اکثر یہ شعر پڑھتے تھے

محوِ تسبیح تو سب ہیں مگر ادراک کہاں
زندگی خود ہی عبادت ہے مگر ہوش نہیں

اور پھر اس کی آسان الفاظ میں یوں تشریح بھی فرماتے تھے کہ خلوصِ نیت کے ساتھ انسان جو بھی جائز امور انجام دیتا ہے وہ عین عبادت ہے مثلاً نیند سے بیدار ہونا، نماز پڑھنا، ناشتہ کرنا، کسبِ معاش کے لیے جانا، محنت مزدوری کرنا، دوستوں سے

خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنا، بیوی بچوں کا خیال رکھنا، بچوں کے ساتھ کھیلنا، بیوی کی دلجوئی کرنا، عزیز و اقارب سے ملاقات کرنا، انکو تحفہ دینا، انکے تحفے قبول کرنا، جسم کو صحت مند رکھنے کے لیے ورزش کرنا، کھانا کھانا، پانی پینا، بازار سے سودا سلف لانا، مریضوں کی عیادت کرنا، کام کے بعد آرام کرنا اور رات کے وقت سو جانا وغیرہ پر غور کریں تو یہ سب رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک سنتیں ہیں۔ ایک مثبت سوچ رکھنے والا مسلمان صبح سے شام تک تقریباً اسی قسم کے امور انجام دیتا ہے۔ اس طرح اس کے دن بھر کے افعال عبادت میں شمار ہوتے ہیں لیکن وہ اس سے واقف نہیں ہے۔ اگر وہ ان امور کی انجام دہی کے وقت یہ خیال کرلے کہ میں اس طرح اپنے آقا (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کے اُسوۂ حسنہ کے مطابق عمل کر رہا ہوں تو ان معمولاتِ یومیہ میں مزید روحِ عبادت بیدار ہو جائے گی۔

حضرت ستّار وارثی علیہ الرحمہ منزلِ سلوک کے کس مقام پر فائز تھے، یہ تو ان کا رب ہی بہتر جانتا ہے۔ البتہ بارہا خود ہم نے ان سے خرقِ عادات کا ظہور دیکھا ہے جن کی تفصیل کا یہ محل نہیں۔ وہ ایک مخصوص عرصہ تک تزکیۂ نفس کے لیے معتکف رہنے کے علاوہ سالک یا منزلِ طریقت کے راہی کو خانقاہوں کی چاردیواری تک محدود اور جامد شخصیت کے بجائے معاشرے کا ایک فعّال اور متحرک فرد دیکھنے کے آرزو مند تھے اور اس سلسلے میں علامہ اقبالؒ کا یہ شعر ان کے خیالات کی ترجمانی کرتا ہے۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری
کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

ان کا کہنا تھا کہ جس طرح اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے کوئی طالب علم اپنی مصروفیات کو ایک خاص مدت کے لیے یونیورسٹی اور ہاسٹل وغیرہ تک محدود رکھتا ہے۔ حصولِ تعلیم کے بعد وہ ایک محقق، ایک ڈاکٹر وغیرہ بن کر دوبارہ انسانی معاشرے میں لوٹ آتا ہے، اسی طرح منزلِ سلوک کا طالب اپنی تربیتِ نفس اور تزکیۂ باطن کے

لیے شیخ طریقت کی ہدایت کے مطابق مجاہدہ و ریاضت میں مصروف ہو رہتا ہے لیکن اس مقصد کے حصول کے بعد وہ بھٹکی ہوئی انسانیت کی رہنمائی کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لیے انسانی سوسائٹی میں لوٹ آتا ہے اور اس کا ثبوت تمام آئمۂ تصوّف کی سیرت کے مطالعہ سے فراہم ہوتا ہے۔

انہوں نے اپنی نعتیہ شاعری کو وارداتِ قلبی کے اظہار تک محدود نہیں رکھا بلکہ وہ بڑے واضح الفاظ میں اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی اطاعت اور اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی محبّت کی جانب اپنے قاری کی توجہ مبذول کراتے ہیں۔

رسولُ اللہ کی الفت میں جو کامل نہیں ہوتا
خدا کے عاشقوں میں وہ کبھی شامل نہیں ہوتا
نظر میں جس کی بس جائیں رسولؐ پاک کے جلوے
حسینانِ جہاں پہ وہ کبھی مائل نہیں ہوتا
ولی اللہ کا وہ ہے جسے اُن سے محبت ہے
مسلمانو! نبیؐ کا عشق ہی روحِ عبادت ہے
عمل کرنا انہی کے حکم پہ اور ان پہ مرمٹنا
یہی عینِ شریعت ہے، یہی رازِ طریقت ہے
دل میں اگر خیالِ رسالتمآبؐ ہے
ہر سجدہ پھر خدا کی قسم کامیاب ہے
جو کوئی عشقِ محمدؐ میں فنا ہو جائے
عین ممکن ہے وہ محبوب خدا کا ہو جائے
حاصلِ ایماں اس کی محبت، اس کا تصوّر عینِ عبادت
شانِ نبوت ختم ہے اُس پر صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ ارفع و اعلیٰ ہے کیا شانِ رسولؐ

خالقِ کون و مکاں ہے خود ثنا خوانِ رسولؐ

۱۹۷۹ء میں ان کا پہلا مجموعۂ کلام "آیۂ رحمت" کے نام سے شائع ہوا۔ جس میں انہوں نے حمدِ باری تعالیٰ، نعتِ رسولِ مقبول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور مناقبِ اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام وصحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیائے عظام رحمہ اللہ علیہم پر مشتمل تین ابواب قائم کیے ہیں۔ کتاب کی محدود ضخامت کے پیشِ نظر بہت سے نعتیں، مناقب اور غزلیں آئندہ کے لیے رہنے دیں۔ یہ کتاب ۱۱ سو کی تعداد میں شائع ہوئی۔ اگرچہ اسے کراچی کے چند ایک اسٹالوں پر رکھا گیا تھا لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں یہ کمیاب اور پھر نایاب ہو گئی۔ یہاں تک کہ گھر پر جو سو پچاس جلدیں روک لی گئی تھیں، وہ بھی رفتہ رفتہ تشنگانِ ذوق کی نذر ہو گئیں اور ہمارے پاس ریکارڈ کے لیے صرف ۵ یا ۶ کتابیں ہی رہ گئیں۔

کتاب کی اس ظاہری مقبولیت سے قطعِ نظر اسے وہ سندِ قبولیت عطا ہوئی جو بہت کم خوش نصیبوں کے حصّہ میں آتی ہے۔ ایک شب انہوں نے خواب میں دیکھا کہ بہت سے اولیائے کرام کے حلقے میں سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جلوہ افروز ہیں اور ان کے دستِ مبارک میں "آیۂ رحمت" ہے جسے دیکھ کر وہ ایک دلنواز تبسم کے ساتھ اظہارِ پسندیدگی فرما رہے ہیں۔ کتنی بڑی کامیابی ہے جو انہیں نصیب ہوئی۔ اس واقعہ کی جانب انہوں نے اپنے دوسرے مجموعۂ کلام "معطر معطر" کی ایک نعت میں اس طرح اشارہ فرمایا ہے۔

حضورِ غوثِ اعظمؒ کی نگاہِ لطف کے صدقے!
کہ بزمِ عارفاں تک "آیۂ رحمت" کی شُہرت ہے
نہ میں شاعر، نہ ہے اب تک شعورِ آگہی مجھ کو
بس اک عاصی پہ اے ستّار یہ ان کی عنایت ہے

بارگاہِ رسالت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں ان کا یہ نذرانہ شرفِ ایجاب کو پہنچا:

قبول یا ربّ مری دعا ہو، درِ نبیؐ پہ جو سر جھکا ہو
تو لب پہ ستّار کے صدا ہو "درود تم پر، سلام تم پر"

ایک شب انہیں دربارِ مدینہ میں حاضری کا اشارہ ہوا۔ پھر کیا تھا شب و روز بیتابی میں اضافہ ہوتا گیا اور فروری ۱۹۸۴ء میں وہ اپنے منجھلے بیٹے رشید وارثی اور بہو عزیزہ فہمیدہ بیگم سلمہا کے ساتھ سفرِ طیبہ کے لیے تیار ہو گئے۔ حجازِ مقدس روانگی سے صرف ایک روز پیشتر ان پر دل کا دورہ پڑا۔ چند گھنٹے ہسپتال میں رہ کر بضد اپنے گھر واپس آ گئے۔ طبیعت نڈھال اور کمزوری انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ سب نے یہی استدعا کی کہ چند روز کے لیے روانگی مؤخر کر دیں لیکن انہوں نے اسی حالت میں سفرِ طیبہ اختیار کیا اور زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف ہو کر مارچ ۱۹۸۴ء میں وطن واپس لوٹے۔

اسی سال ۱۵ شعبان کے روز نمازِ ظہر کے بعد ان کی آنکھ لگ گئی۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت نورانی محفل سجی ہوئی ہے جس میں مختلف رنگوں کے احرام باندھے ہوئے بعض بزرگ موجود ہیں اور بعض کے سروں پر سبز یا سفید رنگ کے عمامے ہیں۔ یہ اپنے والدِ ماجد کے ساتھ اس محفل میں پہنچتے ہیں۔ ان کے پیرو مرشد سیّدنا حاجی حافظ سید وارث علی شاہ قدّس سرہ العزیز ان کا مختلف بزرگوں سے تعارف کرا رہے ہیں اور یہ اپنے دل ہی دل میں شرمندگی محسوس کر رہے ہیں کہ کہاں میں اور کہاں یہ نفوسِ قدسیہ۔ پھر پیرو مرشد نے انہیں ایک زرد رنگ کا احرام عطا کیا اور سبز ریشمی غلاف (جس پر سنہری کام کیا ہوا ہے) میں رکھا ہوا قرآنِ کریم کا ایک نسخہ بھی انہیں عطا فرمایا۔ جانے اس خواب میں کیا تعبیر پوشیدہ تھی۔ بیدار ہونے کے بعد دیر تک وہ روتے رہے۔

اس سال ان پر محویت اور استغراق کا زیادہ ہی غلبہ رہا۔ کچھ سکون ہوتا تو بچوں کو گود میں لے کر بیٹھے رہتے اور ان کی دلجوئی کرتے ہوئے دیر تک ان کے ساتھ کھیلتے رہتے۔ انہیں اس سے دس بارہ سال پہلے بھی اپنے پیرو مرشد کے دستِ

مبارک سے عالمِ خواب میں احرام عطا ہوا تھا لیکن اس مرتبہ جذب کیف کا عالم ہی عجیب تھا۔

محسنِ انسانیت، راحتِ عاشقین، سراپا رحمتِ ربُ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی امت پر سب انبیا علیہم السلام سے زیادہ مہربان اور شفیق ہیں۔ وہ مرادِ مشتاقین ہیں اور اپنے غلاموں پر شفقت فرماتے ہوئے انہیں اپنے دیدار سے مشرف فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضرت قبلہ گاہی اس دولت سے بھی فیض یاب رہے۔ انہوں نے بہت عرصہ پہلے یہ التجا کی تھی

مشکل ہے غمِ عشق میں بیمار کا جینا
اب جلوہ دکھا دیجیے سرکارِؐ مدینہ

اور پھر ان کی زبان پر اس قسم کے اشعار آنے لگے۔

جمال روئے تاباں سے منور میرا سینہ ہے
مرے دل میں محمدؐ ہیں تصوّر میں مدینہ ہے

میں ہوں اسیرِ زلفِ گرہ گیرِ مصطفیٰؐ مجھ کو نہیں ہے ہوش عذاب وثواب کا
اللہ رے فیضِ عشق کہ میری نظر میں اب جلوہ ہے بس جنابِ رسالت مآبؐ کا

اس کے بعد کرم بالائے کرم کی جانب اس طرح اشارہ فرماتے ہیں۔

شکرِ سرکارؐ بجا لاؤں نہ کیونکر ستّار
عالمِ ہوش میں جب ان کا نظارہ دیکھوں

بعض اولیائے کرامؒ نے مدارجِ یقین کی اس طرح تشریح فرمائی ہے کہ "علم الیقین عالموں کا درجہ ہے۔ عین الیقین عارفوں کا مرتبہ اور حق الیقین عُشاق کا مقامِ فنا ہے"۔ جناب ستّار وارثی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرتّب کردہ آخری نعتیہ مجموعہ "حرفِ معتبر" کی لوح پر یہ شعر لکھا ہے:

جمالِ مصطفیٰؐ پیشِ نظر ہے
لبِ خامہ پہ حرفِ معتبر ہے

یہ "حرفِ معتبر" ادا کرنے کے بعد شاید وہ اپنی زندگی کا قرض اتار چکے تھے۔ بس ایک یہی تمنا ابھی تشنۂ تکمیل تھی

ایک حسرت یہی ہے حبیبِؐ خدا آئے ستّارِ بیکس کی جس دم قضا
ہو نظر میں جمالِ حسیں آپؐ کا اور لبوں پہ صدا یا نبیؐ یا نبیؐ

آخر ۸ مارچ ۱۹۸۵ء (۱۵ جمادی الثانی) بروز جمعہ شاید ان کی یہ حسرت بھی پوری ہو گئی۔

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بیقراری کو قرار آ ہی گیا
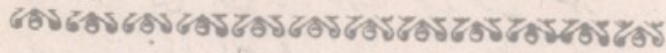
ہر گھڑی وردِ زباں جب سے کہانی ہے تری
دل کے آئینے میں اب کچھ ضوفشانی ہے تری
تیرا لُطفِ خاص ہے بیمارِ غم ستّار پر
درد مندوں کے مسیحا! مہربانی ہے تری

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اُن کے چہرے پہ عجب نُور کا ہالہ دیکھا
جس کے جلووں سے اندھیروں میں اجالا دیکھا

فرشِ خاکی پہ جو آئے قدمِ پاکِ رسولؐ
عالمِ کفر کو سب نے تہ و بالا دیکھا

فرقِ آدمؑ میں ہوں یا صورتِ حیدرؓ میں حضورؐ
جس نے دیکھا انہیں، ہر شکل میں اعلیٰ دیکھا

ہم غلامانِ غلام آتے ہیں کس گنتی میں
اُن کا اللہ کو بھی چاہنے والا دیکھا

ہوئے اُمّت کے وہ محبُوب، خدا کے مطلوب
سارے نبیوں میں اُنہیں سب سے نرالا دیکھا

اِس سے بڑھ کر بھلا کیا ہو گی صداقت کی مثال
آج تک آپؐ کے ہر بول کو بالا دیکھا

اُن کی خوشبو سے مُعطّر ہیں دو عالم ستّار
ایسا اب تک نہ کوئی گیسوؤں والا دیکھا

(آیۂ رحمت سے)

پروانۂ چراغِ مصطفوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

تحریر: پروفیسر اخلاق اختر حمیدی

جناب ستّار وارثی عشق و معرفت کی دُنیا کے آدمی ہیں۔ جس نے انہیں نہیں دیکھا اُس نے بہت کچھ کھویا اور جس نے انہیں پا لیا اُس نے بہت کچھ پا لیا۔ میں نے انہیں گنتی کی دو چار صُحبتوں میں دیکھا۔ سچ پوچھو ان سے تابِ گفتگو نہ لا سکا۔ ان کی نگاہِ عشق و مستی کا اثر جسم و جاں، نُطق و لب پر کچھ ایسا ہوتا ہے جیسے کسی نے جسم سے جان کھینچ لی ہو۔ لبوں پر لفظ نہیں آتے۔ میں نے تو اپنے آپ کو ان کے حضور ہمیشہ گنگ پایا۔ انہوں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا اور جیسے سب کچھ بھسم ہو جائے گا۔ اللہ رے یہ فیضان کسی کسی کو ہی نصیب ہوتا ہے۔

جناب ستّار وارثی سراپا عشق ہیں، وہ عشقِ خدا میں، عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں، عشقِ صحابہؓ میں، عشقِ اولیاؒ میں، عشقِ بندگانِ خدا میں، اور عشقِ وارثؒ میں میں ڈوبے ہوئے ہیں، یہی ان کی منزل ہے یہی ان کا راستہ۔ عشق اپنے آپ کو بھول جانے کا نام ہے، ایثار اور قربانی کا نام ہے، اپنی منزل کی جانب رواں دواں پابجولاں آبلہ پا، خاک بسر بڑھے چلے جانے کا نام ہے۔ عشق بے نیاز ہوتا ہے، بے خبر ہوتا ہے، سُود و زیاں سے بلند، آزار و آسائش کے احساس سے ماورا، رنج و راحت سے بے خبر۔ عشق تپش ہے، عشق لگن ہے، عشق جذبہ ہے، عشق کیفیت و مستی ہے، عشق ہی تخلیقِ کائنات کا باعث ہے، تمام گرمیٔ حیات اِسی عشق سے ہے۔ اگر اندر کی آگ نہ ہو تو باہر روشنی کہاں سے آئے، زندگی نے تب و تابِ جاودانہ اسی عشق سے حاصل کی، جو مُردوں کو زندہ اور بزدلوں کو شیر بناتا ہے، عشق نفس کُشی سے حاصل

ہوتا ہے۔ خود فراموشی سے ملتا ہے۔ اللہ اللہ یہ دولت وارثی صاحب کو مبدأ فیض سے وافر ملی ہے۔

حضرت غفار شاہ صاحب وارثی، آپ کے والدِ بزرگوار بھی راہِ عشق و جنوں کے زخم خُوردہ مسافر تھے۔ آخر میں کامل فقیر بن گئے تھے اور بقول ستّار صاحب، فنا فی الشیخ کا جیتا جاگتا نمونہ تھے۔ عشق انہیں کہاں کہاں لیے پھرا۔ جنگلوں، وادیوں، کھنڈروں، ویرانوں میں بے آب و دانہ زندگی گزارتے رہے۔ کبھی اولیاءؒ اللہ کی چوکھٹ پر دراز ہیں تو کبھی حال و قال کی محافل میں عشق و مستی کے جام لنڈھا رہے ہیں، کبھی میلاد کی مجالس میں باادب دو زانو بیٹھے ہیں تو کبھی شعر و شاعری کے حلقوں میں ہنگامہ اٹھائے ہوئے ہیں اور ننھے ستّار وارثی بھی انگلی تھامے ان محافل میں شریک ہیں۔

جناب عبدالکریم خان یوسف زئی ان کے دادا محترم بھی اولیاءاللہ سے ارادت و محبت رکھتے تھے۔ سماع کی محفلوں میں ان سے بڑی رونق رہتی۔ بزرگوں کے مزارات پر حاضری روزمرہ کا معمول تھا، کبھی کبھی ستّار وارثی بھی ساتھ ہو لیتے۔ بریلی میں عشق و معرفت کے ویسے ہی چرچے کیا کم تھے۔ درگاہِ نیازیہ، درگاہِ اشرفیہ، خانقاہِ بشیریہ، میں اہل اللہ کا اجتماع رہتا، ہجوم عاشقانِ شوق سے ایک دھوم رہتی۔

دادا اور والد فقیر منش تھے۔ اس لیے گھر فقیرانِ راہِ خدا اور عاشقانِ خاص کی آماجگاہ بنا رہتا۔ والد صاحب سلسلۂ وارثیہ سے نسبت رکھتے تھے، ایک بار بیٹے کو بھی دیوہ شریف لے گئے جو سلسلۂ وارثیہ کا سب سے عظیم مرکز روحانی ہے، وہاں سرکار وارثؒ کے روضۂ اقدس پر حاضری ہوئی اور پھر تو ستّار صاحب کے الفاظ میں "مجھے سرکارؒ کے قدیم اور عظیم المرتبت فقیر سیّدنا حضرت فیضو شاہ صاحب کے دستِ مبارک کے توسُّط سے سرکار وارثؒ عالم پناہ کا دامنِ اقدس پکڑوا دیا اور اس طرح میں اس شرف سے سرفراز ہوا۔"

عالمِ عشق و کیف، دُنیائے جذب و جنوں اور روح و وجدان کی ان منزلوں سے جناب ستّار وارثی نے سب کچھ حاصل کر لیا، دل تپیدہ، روح بے قرار، مزاج درہم،

حال برہم اندر اندر آگ ہی آگ، دھواں ہی دھواں، مگر انسان ہونے کے ناتے اپنی ذمہ داریوں سے کنارہ کش نہ ہوئے۔ دن بھر بچوں کے لیے محنت کرنا رات کو ریاضت کرنا پتا نہیں وہ سوتے کب ہیں۔ مجھے اُن کی آنکھ نیند سے آشنا کم ہی معلوم ہوتی ہے۔ بچپن ہی سے فکرِ روزگار میں مبتلا رہے، مگر بطریقِ احسن فرائضِ دُنیوی سے بھی عہدہ برآ ہوتے رہے۔ دل کی دنیا کو آلائشِ دُنیوی سے پاک رکھا۔ اندر اندر اپنے آپ کو مارتے ہوئے کچلتے رہے۔ آخر قدرت نے دلِ بیدار کی دولت عطا کر دی۔

اردو کا شاید ہی کوئی ایسا بدنصیب شاعر ہو جس نے حمد و نعت میں خامہ فرسائی نہ کی ہو۔ صدیاں گزر گئیں مگر توحید و رسالت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر مسلمان کا عقیدہ ہمیشہ پختہ رہا اور اسی اعتبار سے اسلامی تہذیب دیگر تہذیبوں سے جُداگانہ رہی کم از کم تصوُّرِ رسالت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے اسلامی تہذیب کو جو خصوصی رنگ اور مزاج بخشا، وہ کسی دوسری قوم کا حصہ نہ بن سکا۔ عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے تو اسلامی تہذیب کے ہر گوشہ اور ہر شعبہ کو متاثر کیا ہے، بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ ہماری تہذیب نے اسی سے نمو پایا ہے۔ ہمارے شعر و ادب نے بھی اس رنگ کو قبول کیا۔ عربی، فارسی اور اُردو مسلمانوں کی ان تمام بولیوں میں بھی عشقِ خدا اور بالخصوص عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں ڈوبی ہوئی شاعری ملے گی۔ عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے بڑھ کر سچّا جذبہ اور کیا ہوگا۔ اور جب یہ سچّا جذبہ شعر میں ڈھلتا ہے تو عجیب قیامت ڈھاتا ہے۔ وہی فن ابدی ہوتا ہے جس میں عقیدہ کی گہرائی ہو۔ اپنے ذہن اور جذبات کا بھرپور اظہار ہو۔ مسلمانوں کو اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے جو عشق ہے اس کی مثال شاید ہی کوئی اور مذہب پیش کر سکے۔ عربی میں حضرت حسّانؓ بن ثابت، حضرت کعبؓ بن زُہیر اور بوصیریؒ ایسے نعت گو شعرا سے اور فارسی کے سعدیؒ، امیر خسروؒ، جامیؒ اور قدسیؒ سے جو روایت اُردو تک پہنچتی ہے اس نے اردو میں نعت کا ایک وافر سرمایہ بہم پہنچایا ہے اور ولیؔ دکنی سے بیدمؔ وارثی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی، منوّر بدایونی اور مظفر وارثی

تک ہزار ہا نعتیں لکھی گئی ہیں' ان میں معیاری بھی ہیں' غیر معیاری بھی ہیں مگر جوش عقیدت و محبت کی لہر ہر جگہ ملتی ہے او یہ ذکرِ حضور (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کے فیضان کے سبب ہے۔

ستار وارثی صاحب کا کلام اپنے جلَو میں یوں تو حمد و مناقب بھی لے کر آیا ہے مگر اس گلدستہ میں عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کے جو پھول مہک رہے ہیں' ان کی خوشبو سے بلاشبہ ذہن و دل معطر ہو جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا سراپا ہو یا حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی صفات' والہانہ سرمستی اور ڈوبی ہوئی کیفیت ان اشعار میں ملتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی کیسی روشن شخصیت سامنے آتی ہے جب ہم یہ شعر پڑھتے ہیں۔

مہ و خورشید و انجم کو عطا کی روشنی تم نے
منوّر کر دیا سارے جہاں کو یا نبیؐ تم نے

اسی طرح ان کی وہ نعت جس کے اشعار ہیں:

جس کی خوشبو سے مہکی ہے ساری فضا
اس کی زلفِ رسا پر درود و سلام
بھیک پر جس کی پلتا ہے سارا جہاں
اس کی جُود و سخا پر درود و سلام
جس کی چوکھٹ پہ جھکتے ہیں شاہ و گدا
ایسے فرماں رواں پر درود و سلام
مشکلیں نام سے جس کے آسان ہوں
ایسے مشکل کشا پر درُود و سلام

ایسی موج در موج ہے کہ میلاد کی محفلوں میں سامعین پر وجد طاری ہو سکتا ہے۔ ایسی مستانہ نعتیں ان کے یہاں کافی ہیں' ان میں جذبہ و جوش کی فراوانی ہے اور پھر اندازِ بیاں ایسا سادہ ہے جو ستار وارثی صاحب ایسے معصوم انسان کی بے پناہ

معصومیت کا بھرپور آئینہ دار ہے۔ یہ نعتیں چھوٹے بڑے' پڑھے لکھے' خاص و عام' ہر سطح کے قاری کے لیے سکونِ قلب بہم پہنچانے کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔

ستار صاحب نے اپنے کلام کو فلسفہ و تصوف کی مُوشگافیوں میں نہیں الجھایا ہے' بات صرف عشق و محبت اور جذب و عرفان تک رکھی ہے' نہ انہوں نے تشبیہ و استعارات کے ڈھیر لگائے ہیں' نہ نکتہ آفرینیاں کی ہیں۔ سچے جذبات کا سچے انداز سے اظہار کر دیا ہے جس میں تاثیر ہے۔ شعر دل میں اترتا چلا جاتا ہے اور پڑھتے ہی دل سے واہ نکل جاتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی سچا عاشق اپنے محبوب سے اپنے دل کی تمام باتیں کہہ رہا ہو جس میں نہ کوئی تکلف ہے نہ بناوٹ' بس خلوص و وفا کے رشتے سے گفتگو ہو رہی ہے۔

نعتوں کی جو بحریں منتخب کی گئی ہیں' وہ بیشتر بڑی مترنّم ہیں اور کیف و سپردگی کے جذبات کی بہترین نمائندہ ہیں۔ اگرچہ تشبیہ و استعارات کی بھرمار نہیں مگر خوبصورت الفاظ کے پیکر بڑی خوبصورتی سے تراش کر انہیں نگینوں کی طرح جڑا ہے مثلاً

پھول شبنم شفق بحر و بر گلستان چاند سورج ستارے زمیں آسماں
ہیں منور یہ سب آپ کے نور سے آپ کی ہے ہر اک شے میں
جلوہ گری

اسی طرح مناقب کے بعض اشعار میں جولانیٔ جذبات کا عجیب عالم ہے' حضرت سیّدنا وارث علی شاہؒ کی منقبت کا ایک شعر تو دیکھیے۔

اس سے پہلے کہ بنے عشق تماشا میرا
تو بنا دے مجھے آئینۂ حیرت وارثؒ

اس شعر نے تھوڑی دیر مجھے آئینۂ حیرت بنائے رکھا۔

اس طرح ایک اور غزل کے جذب و خروش کا یہ عالم ہے کہ اقبالؒ کا گماں گزرتا ہے' جس کے اشعار ہیں:

وہی روز و شب ہے جاری مِرا شغلِ آہ و زاری
جو عطا کیا تھا مجھ کو کبھی یاد نے تمہاری
تھی اسی نظر کے صدقے مری کائناتِ ہستی
مرے دل کو جس نے بخشی یہ خلش یہ بے قراری

جناب ستار وارثی کا یہ مجموعہ کیف و خلش کے تمام رنگ اور کرب اپنے ہمراہ لایا ہے۔ اس میں محبت بھی ہے اور گرمی بھی، جمال بھی ہے اور جلال بھی، سوز بھی ہے اور ساز بھی، شعلے بھی ہیں اور شبنم بھی، سپردگی بھی ہے اور سرشاری بھی، ہوش بھی ہے اور مستی بھی۔ یہ اوپر سے چھو کر نہیں گزرتا۔ یہ میرے لیے وسیلۂ نجات بھی ہے۔ سرسید نے ایک جگہ لکھا ہے کہ خدا اگر قیامت کے روز مجھ سے پوچھے گا کہ دُنیا سے کیا لایا تو کہہ دوں گا کہ "مسدس حالی"۔ اسی طرح اگر رضوان نے مجھے جنت میں جانے سے روکا تو "آیۂ رحمت" ـــــــ پیش کر دوں گا۔

(ستّار وارثی کی حیات میں آیۂ رحمت چھپی تو
یہ بصیرت افروز تبصرہ قلمبند ہوا۔)

شاہ ستّار وارثیؒ — ایک اہم نعت گو

انہوں نے نعت گوئی کو بطورِ وظیفہ اختیار کیا۔

تحریر: خواجہ رضی حیدر (قائد اعظمؒ اکادمی کراچی)

نعت گوئی کے بارے میں عموماً کہا جاتا ہے کہ یہ ایک مشکل فن ہے چنانچہ کمالِ فن کی منزل پر بہت کم افراد پہنچ پاتے ہیں۔ اس مفروضہ پر اگر غور کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ نعت گوئی مشکل فن نہیں بلکہ مشکل کام حقِ نعت گوئی ادا کرنا ہے اور پھر جب ایسی کڑی شرط موجود ہو کہ "با خدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار" تو نعت گوئی تلوار کی دھار پر چلنے سے زیادہ کٹھن ہو جاتی ہے۔ میں اس مفروضہ کو صداقت پر محمول کرتا ہوں اس لیے اکثر نعتیہ کلام پڑھتے ہوئے اظہار کی فراوانی سے زیادہ "مقامِ احتیاط" تلاش کرتا ہوں اور پھر انہی مقامات کی روشنی میں شاعر کے بارے میں کسی فیصلے پر پہنچتا ہوں۔۔۔ شاید یہی وجہ ہے کہ میں نے نعت گوئی کے حوالے سے ہمیشہ ان شعرا کو زیادہ اہم تصوّر کیا جنہوں نے اپنی شعری صلاحیتوں کو صرف نعت گوئی کی حد تک وقف کر دیا۔ بلکہ مدحتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں شاعری سے زیادہ شریعت و طریقت کے ضابطوں کو ملحوظ رکھا کیونکہ شریعت اور طریقت سے ہٹ کر احترامِ مقامِ رسالت میں لغزش کا امکان برقرار رہتا ہے۔

مجھے اکثر شعرا کے یہاں نعتِ پاک میں "بہاریہ" رنگ کی فراوانی نظر آتی ہے جو یقیناً نہ صرف نعت گوئی کے تقاضوں کے منافی ہے بلکہ اظہار میں عامیانہ انداز کو بھی راہ دیتی ہے۔۔۔ ادھر دو عشروں کے دوران میں غزل کے کچھ ثقہ شعرا نے اپنی مشاقی کی بنیاد پر نعتِ پاک لکھیں اور علٰحدہ نعتیہ دواوین بھی شائع کیے مگر ان کی نعتوں میں مجموعی طور پر وہ رچاؤ اور چسپیدگی موجود نہیں ہے جو "عرفانِ ذات" اور

”حضوریٔ قلب“ کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ ان دواوین کو پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ نعتِ پاک کو ایک مقبول صنف تصوّر کر کے شعرا نے یہ دواوین مرتّب کیے گئے ہیں حتیٰ کہ ان دواوین میں بعض ایسی نعتیں موجود ہیں جو نہ صرف غزل کی طرز پر ہیں بلکہ ان کے موضوعات بھی غزل کے موضوعات سے بہت قریب ہیں۔ ایسی صورت میں یقیناً جب نعتِ پاک کے شعرا کا تعیّن کیا جائے گا تو صرف انہی شعرا کو قابلِ غور تصوّر کیا جائے گا جنہوں نے شعوری طور پر نعتِ پاک کے فن کو آگے بڑھانے کے لیے اپنی صلاحیتیں وقف کر دی ہیں۔

قیامِ پاکستان کے بعد جن شعرا کو نعت گوئی کے حوالے سے عمومی مقبولیت حاصل ہوئی، ان میں ”شاہ ستّار وارثی بریلوی“ کا نام نامی ممتاز و معتبر ہے۔۔۔ انہوں نے نعت گوئی کو بطورِ وظیفہ اختیار کیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ ازخود مشاہدہ اور مراقبہ کی اس منزل سے گزر گئے جو نہ صرف ایک اہم شاعر کے لیے بلکہ اچھی شاعری کے لیے بھی شرطِ اوّلین ہے۔۔۔ شاہ ستّار وارثی ایک سلسلۂ تصوّف سے وابستہ تھے اور یہی وابستگی ان کو کشاں کشاں ”عشقِ رسول“ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی طرف لے گئی اور یہی عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تھا جس کے اظہار کے لیے شاہ ستّار وارثی نے نعت گوئی کی سمت اپنی توجہ مرکوز کی اور یہی نعت گوئی تھی جس نے ان کو اعتبار اور مقبولیت سے ہمکنار کیا۔ وہ چونکہ ایک صوفی شاعر تھے اس لیے ان کی نعت گوئی میں تصوّف کے وہ رموز نمایاں ہیں جو اظہار کو پاکیزگی اور جذبہ کو دوام ع[طا] کرتے ہیں۔

نہ شعورِ فن کی ہے آرزو، نہ کسی ہنر کی تلاش ہے
جو قبولِ درگہِ ناز ہو، مجھے اس اثر کی تلاش ہے

وہ جب سے جلوہ فرما ہو گئے ہیں کشورِ دل میں
مرے فکر و تخیّل میں کوئی شامل نہیں ہوتا

نہ میں شاعر، نہ ہے اب تک شعورِ آگہی مجھ کو

بس اک عاصی پہ اے ستّار، یہ ان کی عنایت ہے

ان کا ہی ذکر، ان کی مدح، ان کا تذکرہ
مجھ خستہ جاں کی یہ ہی متاعِ حیات ہے

شاہ ستّار وارثی کا پہلا نعتیہ مجموعہ ”آیۂ رحمت“ ۱۹۷۹ء میں شائع ہوا تھا جبکہ دوسرا مجموعہ ”معطر معطر“ ۱۹۸۶ء میں منظرِ عام پر آیا۔۔۔۔۔۔۔ ان دونوں مجموعوں کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ شاہ ستّار وارثی کی فکر کی اساس جذب و مستی، سرشاری، احترام و تقدس اور گریہ و اشک ریزی کے علاوہ ایک ایسی لفظیات پر قائم ہے جو مدحت اور نسبت کی ترجمانِ حقیقی ہے۔ اسی لفظیات کی بنا پر شاہ ستّار وارثی کی نعتیہ شاعری ایک روایتی رنگ لیے ہوئے ہے۔ ایسا روایتی رنگ جسے اہلِ تصوّف نے حُبِّ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی فراوانی اور سلوک و معرفت کی منزلیں طے کرنے کے لیے ہمیشہ عزیز رکھا ہے۔

کچھ اشک ندامت ہیں آنکھوں میں فقط باقی
کیا پیش کروں ان کی سرکار میں نذرانہ

روشن ہیں تم سے دیوہ و بغداد اور نجف
جلوہ فگن ہو تم ہی تو ہر خانقاہ میں

اندھیری رات ہے، موجِ بلا ہے، میں اکیلا ہوں
مدد فرمائیے آقا تلاطم میں سفینہ ہے

میں عاصی ہوں مگر نازاں ہوں اپنی خوش نصیبی پر
مرے ہاتھوں میں دامن ہے شفیعِ روزِ محشر کا

کواکب، کہکشاں، شمس و قمر، عرشِ بریں، جنّت
جہاں دیکھو نظر آتا ہے نقشِ پا محمدؐ کا

بہارِ تازہ، چراغِ زیبا، جمالِ دلکش، فروغِ جلوہ
جو بے نشاں ہے وہ ذات یکتا تو اس کا ہر اک نشاں محمدؐ

مزمّل ہو مدثّر ہو کہیں یٰسین و طٰہٰ ہو
رخِ تاباں تمہارا ہے خدا کے نور کا مظہر
عطا ہو اب تو۔ وہ عرفاں مجھے اے حضرتِ وارثؒ
محمدؐ میری آنکھوں میں، خدا ہو میرے سینے میں

شاہ ستّار وارثی کو نسبت و تعلّق حاجی سیّد وارث علی شاہ دیوہ شریف سے تھا اس لیے انہوں نے فنِ نعت گوئی کو اپنے مرشدِ کامل کی نگاہِ فسوں ساز کے حوالے سے ترقی دی اور اس صنف میں اپنی روحانی وحدت کا اس طرح اظہار کیا کہ آج وہ اِس صنف کے اُن شعرا میں شمار ہوتے ہیں جن کو نظر انداز کر کے نعت گوئی کی کوئی تاریخ مکمل نہیں ہو سکتی۔

حسینوں میں مکرّم ہیں، رسُولوں میں معظّم ہیں
نبیؐ محتشم ہیں راحتِ جان دو عالم ہیں
غریبوں پر ازل سے ہے کرم کی بارشِ پیہم
محمدؐ سرورِ کون و مکاں ہیں، فخرِ آدمؑ ہیں

مؤدبِ عشق کا ترجمان

تحریر: ڈاکٹر سید سلیم تابانی

جناب ستّار وارثی کی شخصیت صاحبانِ نظر کے لیے کسی رسمی تعارف کی محتاج نہیں، اہلِ سخن کی بزم آرائیوں اور ہنگامہ ہائے خیر و شر سے بے نیاز، یہ قلندر صفت اور صاحبِ حال اور سراپا کمال بزرگ اپنی ایک مقدس اور معتبر دھن میں سر بسر مست اخفائے حال کے باوجود جمالیاتِ محبوب کا عکّاس نظر آتا ہے۔

پروفیسر منظور حسین شوؔر نے ستّار صاحب کو وحدتُ الوجود کا شاعر قرار دیتے ہوئے انہیں "اصلِ شہود و شاہد و مشہود" کی تفسیر قرار دیا تو کچھ تعجّب کی بات نہیں۔ اکثر صاحبانِ نقد و نظر نے ستّار وارثی کے فن کو ان کی سچّی محبت، قلبی وابستگی اور پاکیزہ خیالی قرار دیا ہے تو حکیم راغبؔ مراد آبادی اور احسان دانشؔ مرحوم کے نزدیک وہ "عشقِ رسولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)" میں ڈوبے ہوئے نظر آتے ہیں۔

صوفیاء کے گروہ کا ایک اندر ہی اندر سلگنے والا عاشق جسے ہر حال، محبوب کے جمال اور خیال کی حضوری میسّر ہو مگر ظاہر بینوں کو اس کی رمق بھی محسوس نہ ہو، یہ اخفائے حال کا کمال "معطّر معطّر" کے شاعر جناب ستّار وارثی کے ہاں قدم قدم پر ملتا ہے۔

جناب ستّار وارثی سلسلۂ عالیہ وارثیہ کے جلیلُ القدر اور صاحبِ کشف و کرامت بزرگ سیّدنا شاہ غفّار شاہ وارثی کے فرزندِ ارجمند تھے، ان کے والدِ محترم سیّدنا سرکارِ وارثؒ کے سچے عاشق اور فنا فی الشیخ کا منہ بولتا ثبوت تھے اور اپنے لائق

فائق صاحبزادے جناب ستّار وارثی کو وہ یہ نعمت ورثہ میں سونپ گئے۔ عشق اور مُشک چُھپائے نہیں چُھپتے، سو یہ اندر جلنے والی آگ تھی جس کی تپش سے ستّار وارثی کے ہر شعر سے نمایاں اور جس کی گرمی ہر نعت شریف سے عیاں ہے۔

بریلی، عاشقانِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا مرکز ہے۔ ستّار وارثی نے ۱۹۲۸ء میں وہیں آنکھ کھولی، تعلیم کی ادھوری تکمیل کے بعد کسبِ معاش میں رہے۔ پاکستان آنے کے بعد ان کا شغل کسبِ معاش اور مدحِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے سوا کچھ بھی نہ رہا۔ شروع میں ایک عرصہ تک اپنا نام استعمال کیے بغیر دوسروں کے نام سے شعر کہتے رہے اور جب چند بزرگوں اور دوستوں کا اصرار بڑھا تو اپنے نام ہی کو تخلّص قرار دیا، ان کی پہلی نعتیہ کاوش "آیۂ رحمت" نے فکر و نظر کو چونکا دیا۔ ریڈیو، ٹی وی سے لے کر نعت کی ہزار ہا محفلیں ان کے کلام سے گرمائی گئیں اور "مُعطر مُعطر" بھی ایک نئے تیور اور عشق کی خلش کا خوبصورت نمونہ ہے۔ ان کی خوبصورت نعتیں، ان کے والہانہ ذوق و شوق اور اضطرابی کی بہترین عکّاسی کرتی ہیں۔

۸ مارچ ۱۹۸۵ء کو اس عاشقِ صادق نے دنیائے رنگ و بُو کو خیرباد کہا لیکن رہتی دنیا تک ان کی یہ ولولہ خیز کتابیں ان کی رُوح کی بالیدگی، ذہن کی طہارت اور آقائے دوجہاں (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے ان کے "مُودّتِ عشق" کی ترجمانی کرتی رہے گی۔

صدیوں میں ایسے عاشقانِ باصفا پیدا ہوتے ہیں جن کی آنکھ اسم سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) لب پر آتے ہی نم ہو جائے، بدن میں لرزش اور اضطراب بڑھ جائے۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔

عمر ہا در کعبہ و بُت خانہ می نالد حیات
تا زِ بزمِ شوق یک دانائے راز آید بروں

نشۂ عشق میں سرشار
حضرت ستّار

تحریر: ڈاکٹر ایم شمس الدین
کراچی یونیورسٹی،

جناب ستّار وارثی کی نعتیہ شاعری "معطر معطر" پڑھ کر میں نے محسوس کیا کہ اس موضوع پر بے حد محنت سے قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ کے حوالہ جات کی روشنی میں یہ شاعری کی گئی ہے۔

آج ہم ایک ایسے دوراہے پر کھڑے ہیں جہاں ایک طرف ہمیں مغرب کی دلفریب، سحر انگیز اور جاذبِ نظر قدریں دعوت نظارہ دے رہی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف سچی اور دائمی اسلامی قدریں دنیا و آخرت کی کامیابی کی نوید سنا رہی ہیں اور راستے کے تعیّن کا فیصلہ ہم پر چھوڑ دیا ہے۔ گو اللہ تعالیٰ کی نظر میں بحیثیت انسان ہم پر بہت سے فرائض عائد ہوتے ہیں اور شریعتِ مطہرہ نے یہ متعیّن کر دیے ہیں۔ جن کی بجا آوری میں فلاح اور پامالی میں تباہی و بربادی ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد نئی نسل کی اسلامی تعلیم و تربیت اور مغربی طرزِ معاشرت کے بُرے اثرات کا پتا چلتا ہے۔ شاعر نے بڑی محنت سے قرآن، حدیث اور تاریخی حوالوں سے اپنا نقطۂ نظر پیش کیا ہے۔ اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ اقدار کی شکست و ریخت کے اس زمانے میں ہمارے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ نئی نوجوان نسل کی تعلیم و تربیت اسلامی نظریۂ حیات کے مطابق کریں۔

ستّار وارثی کی شاعری جذب و کیف و نشاط و سرمستیٔ عشق و معرفت سے ایسی لبریز ہے اور عشق کی سرشاری کا عالم کچھ ایسا ہے کہ اس کی تعریف کے لیے الفاظ تلاش کریں تو معیار کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ نعتیہ شاعری عربی، فارسی اور اردو کی

تمام اصنافِ سخن میں ملتی ہیں لیکن بیشتر شاعروں نے اشعار کا درجہ روایتی شاعری تک محدود رکھا ہے اس لیے نعتیہ شاعری کم اور آرزوؤں' تمناؤں اور بے قراری کی کیفیت زیادہ ہے۔ جسے نعتیہ شاعری کا نام دے دیا گیا ہے۔

نعتیہ شاعری میں جو کمال ستّار وارثی کے یہاں ہے' اس کی مثال خال خال ہی ملے گی۔ یہ عشق وارثی کی زندگی سے عبارت ہے۔ ان کی ان غزلوں میں صرف اتنا کمالِ فن ملتا ہے کہ الفاظ پردہ نہ بن سکے بلکہ حقیقت اور شخصیت کو بیک وقت ایک ہی آہنگ میں سمو کر اور عشق کے جمال کو اُن کی ذات کے نہاں خانے سے نکال کر آنکھوں کے سامنے روشنی کی صورت میں اتار دیا ہے۔ ان کے عشق کی بازگشت ان کی شاعری میں ملتی ہے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے عشق کے نشے کی ایک عجیب کیفیت ستّار وارثی کے پورے کلام میں موجود ہے۔ عشق جو معرفت بھی ہے اور وارثی کی زندگی بھی۔ ہمارے ہاں اکثر ناقدین شاعری پر تنقید کرتے ہوئے یہ لکھتے ہیں کہ فلاں شاعر کے ہاں عشق کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔ بات بڑی آسانی سے کہی جا سکتی ہے۔ اس لیے ہمارے ناقدین ایسی بات بہت آسانی سے کہہ جاتے ہیں۔ حالانکہ عشق کے بعد کچھ باقی ہی نہیں' اس کے 'علاوہ بھی بہت کچھ ہے' کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عشق ہے تو پوری زندگی اور ساری کائنات اس میں سمٹ جاتی ہے اور اگر عشق نہیں ہے تو سب کچھ بکھر جاتا ہے اور اس زاویے سے وارثی کے کلام کا مطالعہ کیا جائے تو ان کے ہاں عشق اور اس کی گوناگوں کیفیات اور سرمستی ملے گی اور اس کے علاوہ کچھ نہیں کیونکہ اس عشق کے بغیر زندگی کی قدریں بے معنی ہو جاتی ہیں' رشتے اپنی روح کو ترستے ہیں اور زندگی کے خواب بکھر جاتے ہیں۔ عشق زندگی کی توانائی' رشتوں کی روح' قدروں کی حیات اور خوابوں کی تعبیر ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ بھی زندگی سے عبارت ہے' عشق کے بغیر ناممکن ہے۔ وارثی صاحب کے ہاں یہی کیفیت پوری شاعری میں نظر آتی ہے۔

عجمی' عربی اور ہند عجمی تہذیب کا سنگم وارثی صاحب کی شاعری میں ہے' اس

کے ایک طرف ہماری تہذیب کا مغرب ہے' دوسری طرف مشرق۔ ان کی انفرادیت ان کا عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ان کی ربودگی ان کی معرفت اور سپردگی درمیان کی ایک ایسی کڑی ہے جو مغرب و مشرق کو ایک نقطہ پر ملاتی بھی ہے اور جمع بھی کر لیتی ہے۔ انہوں نے جس خوبصورتی سے الفاظ کا استعمال کیا ہے' اس سے پتا چلتا ہے کہ لفظ چاہے کہیں بھی پھولا پھلا ہو' اس کے استعمال کے لیے شاعری کا حساب کمال اور مزاج دان ہونا چاہیے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿
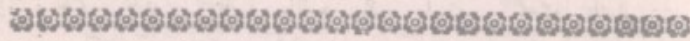
قلب و نظر میں میری سمائے ہوئے ہو تم
جیسے کہ میری رُوح پہ چھائے ہوئے ہو تم
ہے آج سرِ شام ہی اک نُور کی بارش
ظلمت کدے میں میرے جو آئے ہوئے ہو تم

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

فخرِ حرم اے عزتِ آدم شاہِ رسولاں سیدِ ذیشاںؐ
آپ پہ قرباں میرے دل و جاں ساقئ کوثر نازشِ خوباں

سرورِؐ عالم جانِ گلستاں مالکِ کُل اے عظمتِ انساں
آپؐ کا غم ہر درد کا درماں آپؐ کا جلوہ، جلوۂ یزداں

سجدہ کناں ہیں آپؐ کے در پر پیر و جواں سب سائل و سلطاں
آپؐ ہی کا تو نقشِ قدم ہے کعبۂ ایماں قبلۂ عرفاں

آپؐ سے روشن غارِ حرا ہے آپ کا مسکن عرشِ عُلا ہے
آپؐ حبیبِ داورِ محشر آپؐ ہیں سارے نبیوں کے سلطاں

نکہتِ گیسو رشکِ عنبر، ان کا پسینہ مشک سے بہتر
صبحِ تجلّی رُوئے منوّر جلوۂ ابرُو عیدِ غریباں

لیجے خبر اے شاہِ دو عالمؐ، دل ہے فسردہ آنکھ ہے پُر نم
چاک ہیں میرے جیب و گریباں، میں ہوں اسیرِ گردشِ دوراں

چشمِ کرم اے رحمتِ عالمؐ، اُمّتِ عاصی پر بھی خدارا
عقل ہے حیراں، رُوح پریشاں، کیجے سب کی مشکلیں آساں

(آیۂ رحمت سے)

منفرد ذوقِ نعت گوئی

تحریر: ریئر ایڈمرل (ریٹائرڈ) محمد اسحاق ارشد
(ہلال امتیاز ملٹری، ستارۂ بسالت) کراچی

حضرت ستّار وارثی (مرحوم) کا نعتیہ کلام پڑھنے سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ نعت کہنے کے لیے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ والہانہ محبت اور لگاؤ شرط ہے۔ اُن کے یہ شعر اس بات کا بیّن ثبوت ہیں۔

یا رسولؐ اللہ! جو دل سے تمہارا ہو گیا
دو جہاں میں اپنے خالق کا وہ پیارا ہو گیا

کیا شان تقرُّب ہے، کیا شوکتِ رعنائی
ان کے رُخِ زیبا کی خالق نے قسم کھائی

جو کوئی عشقِ محمدؐ میں فنا ہو جائے
عین ممکن ہے وہ محبوب خدا کا ہو جائے

حضرت ستّار وارثی بریلی کے ایک دینی اور عسکری گھرانے میں ۱۹۲۴ء میں پیدا ہوئے۔ وہاں کے عشق پرور ماحول اور گھر کی تربیت نے بچپن ہی سے اُن کے دل میں عشقِ رسولُ اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا چراغ روشن کر دیا تھا اور وہ نوعمری ہی میں نعتیہ اشعار کہنے لگے۔ "این سعادت بزورِ بازو نیست۔ تانہ بخشد خدائے بخشندہ" انہیں کمسنی ہی سے تلاوتِ قرآن کریم سے گہرا لگاؤ تھا جو تمام عمر باقی رہا۔ رات کے تیسرے پہر اٹھ کر اذانِ فجر تک تلاوتِ قرآنِ کریم میں محو رہتے۔ قرآنِ کریم ہی اُن کی تمام فکری اساس کا مرکز و محور ہے۔ کاش کہ فیضانِ قرآن ہم سب کو نصیب ہو جائے۔ میری اپنی کیفیت یوں ہے کہ ہر روز ایک پارہ پڑھ لینا معمول بن چکا ہے اور یہ

بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔ کیونکہ

گر تو می خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جُز بہ قرآن زیستن

ستّار وارثی کے ساتھ میرے خلوص اور احترام کی وجہ شاید تعلّقِ قرآن تھی۔
میری پہلی ملاقات ان سے مجلس سماجی کارکنان پاکستان ڈرگ کالونی (جو ان کی سرپرستی میں قائم کردہ ادارہ ہے) کے زیر اہتمام تیسرے "حمدیہ مشاعرہ" میں ہوئی۔ اس کے بعد کئی تقریبات میں ملاقاتیں ہوتی رہیں اور محبت و احترام کا سلسلہ جاری رہا کیونکہ وہ علومِ قرآن، اصولِ تفسیر اور اُصولِ حدیث پر گہری نظر رکھتے تھے اس لیے ان کی نعتیہ شاعری پر قرآن و حدیث کی چھاپ ہے۔ نعت گوئی میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے تاکہ رسولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تعلیمات کے مطابق احترامِ اُلوہیت کا پاس رکھا جائے اور غُلُو سے احتراز کیا جائے۔ انہوں نے سرمستیٔ عشق سے اپنی نعتیہ شاعری کو جلا بخشی۔ حدیث شریف کے مطابق اللہ تعالیٰ نے رسولُ اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو زمین و آسمان کے خزانوں کی تمام کنجیاں عطا فرمادیں۔ چنانچہ آپؐ مخلوق خدا کی حاجتیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پوری فرماتے ہیں۔ اس مضمون کو کس خوبی سے انہوں نے اپنے اشعار میں ادا کیا ہے:

کُنجیاں حق کے خزانے کی ملیں تجھ کو شہا
ہر طرف جُود و کرم کی ہے فراوانی تیری
پل رہا ہے تیرے ٹکڑوں پر یہ ستّارِ حزیں
کیوں نہ اس کے لب پہ ہر دم ہو ثنا خوانی تری
کون ہے جس پر نہیں عالم میں احسانِ رسولؐ
ہے ازل سے موجزن دریائے فیضانِ رسولؐ

تمام تر مہارت اور شعری فہم و کمال کے باوجود وہ نعت سرور کونین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بیان کے لیے اپنے شوق اور علمی کم مائیگی کا اعتراف کرتے ہوئے

بارگاہِ قاضی الحاجات میں دستِ سوال یوں دراز کرتے ہیں:

فکر کو تازگی، احساس کو رعنائی دے
نعت کا ذوق جو بخشا ہے تو گویائی دے
عشقِ سرکارِ دو عالمؐ ہے وراثت میری
میرے مولا تو مجھے دولتِ آبائی دے

ایک مسلمان کی عزّت و آبرو اسمِ محمدؐ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے ہے۔ خوش بخت ہیں ستّار وارثی جنہوں نے خوبصورت نعتیں لکھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا مقام اعلیٰ و ارفع ہے۔ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے:

در دلِ مُسلم مقامِ مصطفےٰؐ ست
آبروئے ما زِ نامِ مصطفےٰؐ ست

"معطّر معطّر" ان کا دوسرا نعتیہ مجموعہ ہے جس کا ہر شعر معتبر ہے اور مفاہیم و معانی کی عظمت کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ چند متفرق اشعار جو ذیل میں درج ہیں، جو بار بار پڑھے جانے کی حلاوت رکھتے ہیں۔

دونوں جہاں کے تاجدار صلِّ علیٰ محمدٍ
عکس جمال کردگار صلِّ علیٰ محمدٍ
اللہ رے شادابیٔ گلزارِ محمدؐ
ہر پھول پہ ہے بارشِ انوارِ محمدؐ
سراپا تم رحمتِ خدا ہو، درود تم پر سلام تم پر
امیں ہو، صادق ہو، باصفا ہو، درود تم پر سلام تم پر
اللہ اللہ ارفع و اعلیٰ ہے کیا شانِ رسولؐ
خالقِ کون و مکاں ہے خود ثنا خوانِ رسولؐ
اُمّی لقب، اور علم کا مصدر صلی اللہ علیہ وسلم
اہلِ سخن ہیں آج بھی ششدر صلی اللہ علیہ وسلم

نعتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کبھی ختم نہیں ہوگی۔ نامِ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بذاتِ خود ایک خوبصورت نعت ہے۔ ہر وقت ساری کائنات حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی نعت میں محو ہے۔ خوش بخت ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ سلیقہ عطا کر دیتا ہے کہ وہ نعت کہیں۔ ستّار وارثی مرحوم ان میں سے ایک ہیں جنھوں نے منفرد انداز میں ذوقِ نعت گوئی کا سامان کیا ہے۔ "مُعطّر مُعطّر" کی مہک میں چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت بسی ہوئی ہے اس لیے دل چاہتا ہے کہ اسے اپنے ذہن و قلب میں سمیٹ لیا جائے۔ حضرت ستّار وارثی مرحوم کی بخشش اور جنّت الفردوس میں اُن کے اعلیٰ مقام پہ فائز ہونے کی دعا کرتا ہوں۔ آمین! آخر میں ان کا یہ جلالی شعر درج کرتا ہوں:

صدا دی فاراں پہ جب لا اِلٰہ الّا اللہ
تو گونج اٹھی زمانے میں پھر صدائے رسولؐ
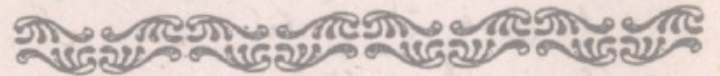
نگاہوں سے اُتر کر رُوح کی محمل میں آ جاؤ
جو پردے ہی میں رہنا ہے تو میرے دل میں آ جاؤ
میں تم کو یاد کرتا ہوں شبِ فرقت میں رو رو کر
سکونِ قلب بن کر اب مِری مشکل میں آ جاؤ

وارداتِ قلبی کا شاعر

تحریر: حمایت علی شاعر

جناب ستّار وارثی مرحوم اُن بزرگ شعرا میں سے تھے، جنھوں نے شاعری کو ایک کارِ عبادت کے طور پر اپنایا۔ وہ ساری عمر نعتیں اور منقبتیں لکھتے رہے اور کبھی غزل بھی کہی تو اسے بھی تصوّف میں رنگ دیا۔ وہ بنیادی طور پر ایک صُوفی منش انسان تھے۔ ان کا مجموعۂ کلام "آیۂ رحمت" عشقِ الٰہی سے سرشار ہے۔ انہوں نے سرکارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور صحابہؓ و اولیائے کرامؒ کی مدح میں جو کچھ بھی لکھا ہے، وہ بھی اسی عشق کا پَرتَو ہے۔ ان کے کلام میں اللہ کی ان محبوب شخصیتوں سے محبت و عقیدت کا اظہار نام بہ نام ملتا ہے۔ ہر نام ان کے نزدیک قُربِ الٰہی کا وسیلہ تھا۔ اس قرب کی تمنا میں حضرت ستّار وارثی نے برِصغیر کے ممتاز بزرگ حضرت وارث علی شاہؒ کے آستانۂ عالیہ پر سرِ تسلیم خم کیا اور ان کی وساطت سے ___ اپنے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی بارگاہ میں پہنچے اور یہی بارگاہ ان کی منزل آخر ٹھہری۔ حضرت ستّار وارثی نے جو نعتیں لکھی ہیں وہ ان کی وارداتِ قلبی کا آئینہ دار ہیں۔ ان نعتوں میں عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) عشقِ الٰہی کے مترادف ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بڑا نازک مقام ہے اور حضرت ستّار وارثی نے اس نزاکت کو ملحوظ رکھا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مرحوم کو ہمیشہ اس اس بات کا احساس رہا جس کی طرف عُرفیؔ نے اشارہ کیا تھا

عرفی مشتاب ایں رہِ نعت است، نہ صحرا است
آہستہ کہ رہ بر دمِ تیغ است قدم را....

موصوف کی شاعری میں جو والہانہ کیفیت ہے، وہ بہت کم نعت گو شعرا کے کلام میں نظر آتی ہے اور میرے خیال میں یہ اسی وراثت کا فیضان ہے جو انہیں اپنے بزرگوں سے ملی اور جسے انہوں نے ساری زندگی اپنے سینے سے لگائے رکھا۔ اللہ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا کرے (آمین)۔

درحقیقت اسلامی نقطۂ نظر سے ہمارے مذہبی و شعری ادب کا قومی ورثے میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔ جناب ستّار وارثی کا فنّی شعور صرف نعت، حمد اور مناقب ہی تک محدود نہیں، بلکہ اس کی وجدانی گیرائی میں ان کا وہ متغزّلانہ اندازِ فکر بھی جھلکتا ہے، جس میں وارثی کا فن وحدتُ الوجود کا عکّاس نظر آتا ہے۔ فکرِ شعر کا یہ انداز اس وقت تک کسی کو نصیب نہیں ہوتا، جب تک خود شاعر قلب کے گداز اور روح کی تطہیر سے بہرہ ور نہ ہو، یہ وہ شاعری ہے جس کو بجا طور پر دین و دنیا دونوں کی سعادت کا وسیلہ کہا جا سکتا ہے۔ وارثی صاحب کی منظومات میں جو چیز سب سے زیادہ محسوس ہوتی ہے وہ شاعر کے قلب کا اخلاص اور جذبات کی پاکیزگی ہے۔

فیضِ عشقِ محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تحریر: راغب مُرادآبادی

حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی صفات و ذات کا احاطہ کون کر سکتا ہے اور آپؐ کی تعریف کا حق کس سے ادا ہو سکتا ہے۔ غالبؔ جیسے شاعرِ باکمال نے سپر ڈال دی اور "ثنائے خواجہؐ بہ یزداں گزاشتیم" کی منزل سے آگے نہ جا سکے۔ کہنا پڑا، "کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است۔ بڑے سے بڑا مدّاحِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اگر جادۂ ثنائے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر گامزن ہو تو اسے انشراحِ صدر کے ساتھ کہنا پڑا۔

لَا یُمکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر

حمدِ ربِّ جلیل کا آغاز بھی کرتے ہیں تو اس اعتراف کے ساتھ:

عجیب کربِ مسلسل کا سامنا ہے مجھے
کہ تیری حمد کا درپیش مرحلہ ہے مجھے

مگر تائیدِ ربانی ان کے شاملِ حال رہی اور وہ جملہ مراحل سے بہ حُسن و خوبی گزرتے رہے۔ مرحلۂ نماز و سجدۂ نیاز بھی انہوں نے طے کیا تو خیالِ ختمی مرتبت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے سہارے۔ فرماتے ہیں

کبھی قبول کوئی سجدۂ نیاز نہ ہو
ترا خیال اگر شاملِ نماز نہ ہو

منزلِ مقصود تک پہنچنے میں انہیں دُشواری کیوں پیش آئے اور کسی دوسرے

راہبر کی ضرورت کیوں لاحق ہو جبکہ وہ سو جان سے غلامِ غلامانِ آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہیں اور انہیں ایسی روشنی حاصل ہے جس پر ہر دونوں عالم کو تا قیامت ناز رہے گا۔ ان کے دل کا چراغ تو کبھی بجھ ہی نہیں سکتا اس لیے کہ

روشن ہے گھڑی دلِ ستّار کا چراغ
جب سے ملی ہے عشقِ محمدؐ کی روشنی

ذالک فضل اللہ، ستّار صاحب کی خوش بختی پر کیوں نہ رشک آئے کہ وہ کسی اور کے در پر سرِ نیاز خم کرتے ہی نہیں، حُبِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ان کا ایمان اور مدحِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ان کا اصولِ حیات ہے۔

نہ دنیا سے کوئی مطلب نہ نسبت شادی و غم سے
محبت ہے مجھے بس اب تو سرکارِ دو عالم سے

سرکارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی محبت ان کے لیے جہانِ رنگ و بُو اور ہر مومن کے دل کی آرزو ہے۔ جمالِ مصطفےٰ (علیہ التحیۃ والثناء) ان کی چشمِ درون بین کے لیے حاصلِ عشق و مستی ہے جیسے کہ انہوں نے خود ہی کہا ہے

آپؐ جہانِ رنگ و بو، آپ ہیں سب کی آرزو
آپؐ ہیں سب سے خوبرو، آپ ہیں سب سے خوب تر

اور وہ مقدر پر ناز کرنے میں بھی حق بجانب ہیں کہ ان کا دلِ مشتاق گہوارۂ تمنائے محمدؐ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہے۔

ستّار مجھے ناز مقدر پہ ہے اپنے
پنہاں ہے مرے دل میں تمنائے محمدؐ

دنیا داری اور دُنیا طلبی کی گرد سے ستّار صاحب کا دامن پاک ہے۔ انہیں نہ دنیوی شہرت کی تمنا ہے اور نہ آرزوئے مقبولیتِ عامہ۔ انہوں نے جو کچھ کہا ہے اس کا محرک جذبۂ حُبِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہے اور بس!

مدحت گرِ سرکار ﷺ — وارثی ستّار علیہ الرحمہ

تحریر: عبدالنعیم عزیزی (ریسرچ اسکالر) ۱۰۳-جسولی-بریلی بھارت

بریلی۔ عشق و معرفت کی وہ سرزمین ہے جہاں سے ہر دور میں عاشقانِ مصطفیٰ علیہ السلام نے نعت کے البیلے اور رسیلے ترانے سنائے ہیں اور جہانِ سماعت سے لے کر فکر و وجدان تک کی کائنات کو سرشار کر دیا ہے۔

حضرت شاہ نیازؔ، حضرت شہیدیؔ اور لطف علی خاں لطفؔ، بریلی ہی کے نعت گو شعرا ہیں جن کے پریم گیتوں اور عشق کے بولوں سے بندگانِ الٰہی اور شیدائیانِ رسالت پناہی کے احساسات و جذبات کے چمن زار عطر بیز و شاداب ہیں۔

عظمت و شرافت کی حامل اسی دھرتی سے ۱۴ ویں صدی ہجری کا مجدد احمد رضا بھی اٹھا ہے جس نے باطل کے ہر طلسم کو توڑ کر شہر شہر، گھر گھر، قلب و جگر اور فکر و نظر میں عشقِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جوت جگا دی ہے اور نعت کو ایک تحریک بنا دیا ہے، نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) عشق و عظمت کے انمٹ اور انمول ترانوں اور نغموں سے عقیدہ و ایمان کی جنتوں میں کوثر و تسنیم بہا دیے ہیں اور عطر بیزی اور ضیا پاشی کا ایک نہ ٹوٹنے والا سلسلہ قائم کر دیا ہے۔

اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا کے بعد ان کے برادرِ اوسط حضرت حسنؔ بریلوی اور شہر بریلی کے دیگر نعت گوؤں۔ مولانا جمیلؔ الرحمٰن، خواہاںؔ بریلوی، شمسؔ بریلوی، تسنیمؔ بریلوی وغیرہ نے بھی نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مدھر اور سُندر نغموں سے دلِ مسلمین کی انجمنوں کو نہ صرف آباد کر رکھا ہے بلکہ حرارت و توانائی اور تب و تاب سے بھر دیا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ بریلی کی سرزمینِ عشق و مستی سے نعت گوئی کا ایک نیا چلن ملا ہے' ایک سلیقہ اور شعور عطا ہوا ہے۔

اسی بریلی کی معطر و منور سرزمین سے ایک نعت نگار اور ابھرا جس نے ہند کی دھرتی سے لے کر سندھ کی سرزمین تک عرضِ نیاز اور سرشاری و سُپردگی کے نغمے سُنائے اور ارضِ پاکستان کو نعت کے لازوال نغموں سے بھر دیا۔

مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فدائی و شیدائی' وصفِ مصطفیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے گیت گانے والا عبدالستار وارثی جو اپنی مادرِ گیتی بریلی میں صرف ۲۷ برس تک رہا لیکن انہی ۲۷ برسوں میں اس نے بریلی کی ساری مستی' بریلی کی بولی اور بریلی کی رِیت کو قلب و جگر سے لے کر ذہن و فکر و نظر میں سمو لیا تھا اور پھر ان مقدّس امانتوں کو لے کر مملکتِ خداداد پاکستان آ گیا اور ۳۶ برسوں تک ان نعمتوں کو یہاں تقسیم کرتا رہا' خوشبو بکھیرتا رہا' روشنی لُٹاتا رہا اور بالآخر اپنے پاکیزہ وجود کو لے کر اسی ارضِ پاک پر ابدی نیند سو گیا۔ وہ سو رہا ہے لیکن اس کے نغمے بیدار ہیں۔ فضاؤں میں تیر رہے ہیں' جہانِ سماعت میں رس گھول رہے ہیں' محفلوں کو گرما رہے ہیں' دلوں کو چمکا رہے ہیں اور قرطاس کے صفحات پر اس طرح ثبت ہو گئے ہیں کہ ستارے بن کر مسکرا رہے ہیں' جن کی جگمگاہٹ اور جن کی مسکراہٹ کو زمانے کی کوئی آندھی بجھا سکتی ہے اور نہ کوئی تحریک اس تبسُّم کو چھین سکتی ہے۔

حضرت عبدالستّار خاں وارثی المتخلص بہ ستّار وارثی بریلی کے مشہور صوفی اور مردِ مجاہد اور حضرت عبدالغفار خاں وارثی (یوسف زئی پٹھان) کے فرزندِ رشید تھے۔ ۱۹۲۴ء بروز جمعہ اس دنیا میں تشریف لائے۔ مذہبی و عربی فارسی کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ مشن ہائی سکول بریلی سے میٹرک کیا اور بعدہٗ اعلیٰ تعلیم کے لیے بھوپال کالج' بھوپال چلے گئے۔

جناب ستّار وارثی کو خطّاطی کا بھی شوق تھا اور ساتھ ہی ساتھ پٹھانیت کا وہ خاندانی اور فطری شوق تھا جس کا تعلّق جوانمردی' زور آوری اور غیرت سے ہے یعنی

پہلوانی میں بھی شہرِ بریلی میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔

شعر و ادب سے تو بچپن ہی سے لگاؤ تھا۔ علمی و ادبی خانوادہ سے تعلق تھا۔ والدِ گرامی قدر کے صُوفیانہ مزاج و ماحول نیز بریلی کے پاکیزہ' دینی اور کیف و مستی کے ماحول نے ستّار وارثی میں سُخن سنجی کا نہایت اعلیٰ ذوق پیدا کر دیا تھا۔

ستّار وارثی کے والد ماجد وارثی تھے اور سیّدنا حاجی سیّد وارثی علی شاہ صاحب قُدس سرہ العزیز کے دستِ حق پرست پر بیعت تھے۔ لہٰذا اپنے فرزندِ دلبند کو بھی اس سلسلے سے منسلک کرا دیا یعنی حضرت فیضو شاہ صاحب علیہ الرحمہ سے بیعت کروایا۔

ایک تو مذہبی اور علمی اور ادبی خانوادہ کے فرد' دوسرے بریلی اور اس پر وارثیت کا رنگ چڑھا تو بریلی سے دیوہ اور دیوہ سے مدینہ منورہ نظر آنے لگا۔ تصورِ شیخ نے ایسا تصور بخشا کہ سینہ مدینہ بن گیا' سنہری جالیاں اور سبز گنبد نگاہوں میں بس گئے اور عالم یہ ہو گیا

جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی تصویرِ یار!

حضرت ستّار وارثی علیہ الرحمہ کے تین مجموعوں کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔

"آیۂ رحمت" کے بارے میں حضرت ستّار نے خود کہا ہے:

"یہ شعری مجموعہ نہیں بلکہ میری عقیدت اور محبت کا ٹوٹا پھوٹا اظہار ہے۔ وارداتِ قلبی' سوزشِ قلب و جگر اور اضطرابِ مسلسل کی کہانی ہے"۔

یقیناً یہ "آیۂ رحمت" عشقِ ستّار کی کہانی ہے جس نے اشعار کا رُوپ دھار لیا ہے۔ ان کا دوسرا مجموعہ "مُعطر مُعطر" نعتیہ مجموعہ ہے۔ نعت سُنّتِ الٰہیہ ہے' سُنّتِ ملائکہؑ ہے' سُنّتِ صحابہؓ ہے' سُنّتِ اولیا و صلحاءؒ ہے اور نعت خود منعوت یعنی رب کے محبوب مکّی و مدنی آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بھی سُنّت ہے۔ یہی وہ نامدار آقا ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جنہوں نے خود اپنی زبانِ مبارک سے اپنی مدح فرمائی ہے اور اپنی نعت کہی ہے اور بے شک یہ حق انہی کو حاصل ہے۔

نعت کہنا یا لکھنا' نعت پڑھنا یا سنانا' نعت سننا' نعت کی بزم آراستہ کرنا اور

نعت کو فروغ دینا سعادت و برکت اور فیروز بختی کی بات ہے۔ نعت ہی سلیقۂ زندگی اور شعورِ بندگی عطا کرتی ہے۔

حضرت ستّار وارثی نے حمدِ الٰہی کے ترانے بھی گائے ہیں۔ نعت کے نغمے بھی سُنائے ہیں اور اولیائے کرامؒ کی عقیدت کے گیت بھی لکھے ہیں۔ کس قدر سعادتوں اور برکتوں سے مالا مال ہوئے ہوئے ہوں گے حضرت ستار وارثی علیہ الرحمہ۔ اس کا کچھ اثر تو ان کے مزارِ پُرانوار پر جا کر معلوم ہوتا ہے، کچھ اُن کے گھر والوں کے اخلاق و آداب اور ان کی تعلیم سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے اور دیکھنے والے دیکھ لیں کہ کل جس نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) و ولی کے گیت گائے تھے، آج نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) و اولیا کے عُشاق اس کے گیت گا رہے ہیں۔ اندازہ لگانے والے اندازہ لگالیں کہ حضرت ستّار وارثی کو کیسی برکتیں اور کیسی سعادتیں، کیسی نیک نامی، ناموری اور عزت اور عظمت ملی ہے۔

"آیۂ رحمت" اور "مُعطر مُعطر" کے سرسری مطالعے ہی سے یہ بات کُھل کر سامنے آجاتی ہے کہ جناب ستّار وارثی کی شاعری صرف عقیدت ہی کا مظہر نہیں، عقیدہ کا بھی مظہر ہے اور عشق و محبت کا نذرانہ ہے، دل کی آواز ہے، ایمان کا اعلان ہے اور انہوں نے یہ نعت گوئی قرآن سے سیکھی ہے، احادیثِ کریمہ سے سیکھی ہے۔

اب جناب ستّار وارثی کے چند ایسے اشعار پیش کرتا ہوں جو عقائدِ اصلیہ پر مبنی ہیں اور جن میں زبان و بیان کے حسن کے ساتھ انہوں نے انہیں پیش کیا ہے۔ اس سے قبل ان کا یہ اعتراف و اعلان بھی سُنتے چلیں۔

ادا کیا حق کرے گا کوئی اس کی نعت گوئی کا
کہ ہر ذرّہ ہے اُس کی خاکِ پا کا نیّرِ تاباں

سرکار علیہ السلام نُور ہیں، حاضر و ناظر ہیں اور اصلِ تکوینِ عالم ہیں

جس کے جلوؤں سے تخلیقِ عالم ہوئی، حُسنِ پنہاں کی وہ ابتدا آپ ہیں
جس طرف دیکھیے آپ کا نور ہے۔ سارے عالم میں جلوہ نما آپ ہیں

اس ایک شعر میں ستّار وارثی نے نبی لولاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ازلی حُسن، ان کے نور ہونے، ان کے حاضر و ناظر ہونے نیز ان کے ایجادِ عالم کے مادہ و سبب اور اصل ہونے کا بھی ذکر کر دیا ہے اور بہت ہی حسن و نزاکت اور ستھرے انداز بیان کے ساتھ۔

تمہارے واسطے پیدا کیا اللہ نے سب کو
تمہی تخلیقِ عالم کا ہو عنواں یا رسولؐ اللہ

اے تجلّیٔ خالق نگارِ ازل، اے سراجِ منیر اے طلوعِ سحر
فرش سے عرش تک آپ کا نور ہے شرق سے غرب تک آپ کی روشنی

شرحِ والّیل کی ہے جو زُلفِ سیہ، رُوئے انور ہے تفسیرِ شمس الضحیٰ
اہلِ عرفاں پہ یہ راز ظاہر ہوا، شکلِ انساں میں نُورِ خدا آپ ہیں

بہت ہی پیارا شعر ہے۔ احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھُٹنے پایا۔ والّیل اور شمسُ الضحیٰ کا کیسا خوبصورت استعمال ہے۔

نبیُ الانبیاء و سیّدنا محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بے شک بشر ہیں، عبداللہ ہیں لیکن وہ خیرُالبشر ہیں، افضلُ البشر ہیں، عبدہٗ ہیں، محبوبِ اللہ ہیں اور ان کی حقیقت نور ہے۔ وہ درحقیقت لباسِ بشر میں خدا کے نُور ہیں۔

سرکار رحمۃ للعالمین بھی ہیں اور خاتم الانبیاء بھی

وہی رحمت لقب اشرفُ الانبیاء وہی سلطانِ ذیشاں شفیعُ الوریٰ
ان کی شانِ کرم پر مجھے ناز ہے میں نے مانا میں ستّار عاصی سہی

نبی کوئی نہیں ہیں تم سا حبیبِ خالقِ اکبر
امام الانبیاء تم ہو نبوت ختم ہے تم پر

اس شعر میں سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی محبوبیت، انبیاء کی سرداری اور نبوّت کی خاتمیت سب کا ذکر ہے۔ دو مصرعوں میں چار باتوں کا اظہار کس قدر مشکل اور نازک مرحلہ ہے مگر دیکھیے کہ ستّار وارثی نے اسے کس قدر خوش اسلوبی سے طے کیا ہے۔

وسیلہ، استمداد اور شفاعت

جو طوفاں میں ستّار اُن کو پکارا تو موجوں میں خود کھنچ کے آیا کنارا
دیا اس کو رحمت نے بڑھ کر سہارا، کہا جس نے یا کملی والے محمدؐ

نہ ہمدم ہے کوئی میرا، نہ محرم یا رسولؐ اللہ
تمھی کو ڈھونڈتی ہے چشمِ پرنم یا رسولؐ اللہ

ہر ایک سمت سے اٹھے گا شورِ صلِّ علیٰ
وہ آئیں گے سرِ محشر جو بخشوانے کو

میں عاصی ہوں مگر نازاں ہوں اپنی خوش نصیبی پر
مرے ہاتھوں میں دامن ہے شفیعِ روزِ محشر کا

اس شعر میں وارثی صاحب کس خوبصورتی کے ساتھ، پردۂ عقیدت میں اظہارِ عقیدہ کر رہے ہیں۔

سرکار علیہ السلام کی حاکمیت، قاسمیت اور اختیارات

آپ قاسم بھی ہیں اور مختار بھی
دونوں عالم کے ہیں آپ سردار بھی

معلّم ہے خدا اس کا جسے کہتے ہیں سب اُمّی
خدائی کا ہے مالک، جو مکیں غارِ حرا کا ہے

میرے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)، سارے جگ کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)۔ جگت گرو ہیں، معلّمِ کائنات ہیں۔ اُن کے اُمّی ہونے پر ایمان لانا ضروری ہے

اور اُن کے علمِ غیب اور حکمت و دانش پر عقیدہ بھی ضروری ہے۔ ان سب باتوں کا بیان ایک شعر میں ہے۔ ساتھ ہی ساتھ نبیٔ کریم علیہ السلام کی سروری اور اختیار کا بھی بیان ہے۔

سرکارؐ کے دیگر فضائل، ان کی اطاعت، ان کی رضا وغیرہ کے اظہار

سیرتِ قرآں، پرتوِ یزداں، کعبۂ عرفاں، قبلۂ ایماں
علمِ خدا کا منبع و مصدر۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر

تمھاری اطاعت سراپا شریعت، تمھاری محبّت مجسّم طریقت
رہی معرفت وہ رضا ہے تمھاری، خدا کی رضا کملی والے محمدؐ

جو ان کی رضا ہے وہی خالق کی رضا ہے
منشا ہے خدا کا جو ہے منشائے محمدؐ

تمھاری روئے تاباں کی زیارت ہی عبادت ہے
تمھی ہو عاشقوں کا دین و ایماں یا رسولؐ اللہ

کلام ان کا کلامِ خدا، خدا کی قسم
سراپا معنیٔ قرآں محمدؐ عربی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرکار علیہ السلام کی سیرت کو سراپا قرآن بتایا ہے۔ نبی علیہ السلام کی ہر بات وحیٔ خدا ہے۔ وہ تفسیرِ قرآن ہیں۔ اس حقیقت کا اظہار وارثی علیہ الرحمہ نے بہت ہی فنکارانہ انداز میں کیا ہے۔

معراجِ مصطفٰیؐ۔ دیدارِ خدا مَنْ رَاٰنِیْ رَاَالْحَق کا جلوہ

ہے مقام آپؐ کا شہرِ عرشِ علیٰ، رہگزر آپؐ کی سدرۃُ المنتہیٰ
جس میں ہوتا ہے دیدار اللہ کا، نورِ وحدت کا وہ آئنہ آپؐ ہیں

وہ ہیں آئینہ دارِ نورِ وحدت،
وہی تو مصدرِ علم و یقیں ہیں

رُوئے انور والضحیٰ، واللیل زلفِ عنبریں
پرتوِ حُسنِ خدا سر تا قدم نورِ مُبیں

وقارِ محفلِ امکاں محمدؐ عربی
حبیبِ عرش کے مہماں محمدؐ عربی

متفرقات

رسولؐ اللہ کی الفت میں جو کامل نہیں ہوتا
خدا کے عاشقوں میں وہ کبھی شامل نہیں ہوتا

دونوں جہاں کے تاجدار صلِّ علیٰ محمدؐ
عکسِ جمالِ کردگار صلِّ علیٰ محمدؐ

سیرتِ خیرُ الوریٰ تفسیر ہے قرآن کی
ہے خدائے پاک کا فرمان فرمانِ رسولؐ

خاک کا بستر، غذا جَو اور تکیہ اینٹ کا
یہ متاعِ زیست تھی اور یہ تھا سامانِ رسولؐ

سرکار علیہ السّلام کے اُسوۂ حَسنہ اور سادہ زندگی کا کتنا اچھا نقشہ کھینچا ہے۔
ستّار وارثی کو فقرِ محمدی پر ناز ہے، فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں عزیز ہے اور عزیز ہیں محمدیؐ جگر پارے

نوازا فقر کی دولت نے جو سرکارؐ نے مجھ کو
یہ صدقہ ہے علیؓ و فاطمہؓ، شبیرؓ و شبرؓ کا

اصحابؓ و اہل بیتؓ سے محبت

کوئی بھی شخص صحابۂ کرامؓ اور اہل بیتؓ کو بیک وقت چاہے بغیر مسلمان نہیں ہوتا۔ یہ نہیں کہ ایک کو چاہے اور دوسرے سے نفرت کرے۔ نبی کریم علیہ السّلام نے یہی حکم دیا ہے۔ ایک ہی دل میں حضرت علیؓ اور شیخینؓ کی محبت و نفرت دونوں جمع

نہیں ہوسکتیں۔ صحابۂ کرام ستارے ہیں اور اہلِ بیت اطہار کشتی۔ دونوں کے بغیر منزل نہیں مل سکتی۔ شعر دیکھیں۔

ستّار یہی حاصلِ ایمان ہے میرا
الفت ہے صحابہؓ سے محبت ہے علیؓ سے

اللہ رے شادابیٔ گلزارِ محمدؐ
ہر پھول پہ ہے بارشِ انوارِ محمدؐ

بیانِ مصطفیٰؐ ہے ہر بیاں صدیقِ اکبرؓ کا
جہانِ عشقِ مولا ہے جہاں صدیقِ اکبرؓ کا

واقفِ سرِّ حقیقت محرمِ رازِ نبیؐ
قبلۂ اہلِ صفا، مولا علیؓ مشکل کشا

تلمیحات کا استعمال

نعت میں تلمیحات کا استعمال ناگزیر ہے البتہ ان کے استعمال کا سلیقہ چاہیے۔ ستّار وارثی نے ان کا فنکارانہ اور مہارت سے استعمال کیا ہے۔ اور شعروں میں نزاکت و لطافت، کیف و مستی، اشاریت و رمزیت اور جان پیدا کر دی ہے۔
واللیل، والضحیٰ، والشمس، یٰسٓ، مُوسیٰ، خلیل، آدم، نوح، سلیمان، فاراں، نجف، دیوہ، بغداد وغیرہ کا خوبصورت استعمال کیا ہے۔

خلیل و آدم و نوح و سلیمان و کلیم اللہ
جسے بھی دیکھیے، ہے چاہنے والا محمدؐ کا

آپ سحابِ نور ہیں، آپ چراغِ طُور ہیں
آپ پہ دو جہاں نثار صلِّ علیٰ محمدؐ

صدا دی فاراں پہ جب لا اِلٰہ اِلّا اللہ
تو گونج اٹھی زمانے میں یہ صدائے رسولؐ

روشن ہیں تم سے دیوہ و بغداد اور نجف

جلوہ فگن ہو تم ہی ہر اک خانقاہ میں

ستار وارثی صوفی و شاعر نہیں عاشق ہیں

ستار صاحب وارثی ہیں۔ مسلکِ صوفیہ کے پیرو ہیں۔ تصوف کے اسرار و رموز سے واقف ہیں۔ ان اسرار و رموز کے بغیر بیانِ عشق ممکن کب ہے۔ ہاں وہ اپنے ان میٹھے بولوں، اپنے عقیدے کے نغموں، عقیدت کے گیتوں کو شاعری نہیں کہتے۔ اور سچ تو یہ بھی ہے کہ خدا کے محبوبِ بے نظیر اور "وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ" کے تاج والے (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی عظمت کون بیان کر سکتا ہے۔ ان کا نعت گو تو خود اُن کا خدا ہے لہٰذا جنابِ ستار اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

نہ صوفی ہوں، نہ زاہد ہوں نہ عابد ہوں نہ میں عامل
ہے دیدارِ رسول اللہ میرے عشق کی منزل

اور پھر عظمتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا اس طرح اعتراف کرتے ہیں

ہے جو ادراکِ بشر سے دور تو پھر آپ کی
کس کو ہو معلوم عظمت اے رسولِ ہاشمی
ادا کیا حق کرے گا کوئی ان کی نعت گوئی کا
کہ ہر ذرہ ہے ان کی خاکِ پا کا نیرِ تاباں
ثنا خواں خالقِ کونین ہو قرآن میں جس کا
کوئی کیا مرتبہ سمجھے گا پھر اُس شاہِ ذیشان کا

البتہ ثنائے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) علامتِ ایمان ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے علم، شعری صلاحیت اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دلِ پُرسوز عطا کیا ہو وہ تو بہرکیف اُسی مدنی حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے گُن گائے گا اور اپنی بے کلی، اپنے اضطراب، اپنی دلی کیفیات کا اظہار کرے گا اور انہی کو سنائے گا، اُنہیں سے دوا بھی لے گا اور انہی کے غم کا خواہاں بھی رہے گا۔

جنابِ ستار وارثی کہتے ہیں

اُنہیں کو یاد کرنا، آہ بھرنا اور رو لینا
شبِ غم میں یہی اک مشغلہ ہے قلبِ مضطر کا

کلامِ ستار میں یادِ رسولؐ، عشق کی تڑپ اور خود سپردگی

یادِ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) زندگی ہے، ذکرِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بندگی ہے، عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) حاصلِ زیست و عبادت ہے۔ طاعت وغلامئ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور محبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، ایمان ہے۔ چند اشعار دیکھیں۔

ستار مجھے ناز مقدر پہ ہے اپنے
پنہاں ہے میرے دل میں تمنائے محمدؐ
ہے یہی بندگیٔ عشق کا حاصل ستار
دین و ایماں بھی فدائے رُخِ جاناں کر دے
غلامِ در ہے تو کس کا، کوئی ستار گر پوچھے
تو کہہ دینا محمدؐ کا محمدؐ کا محمدؐ کا
روشن ہے ہر گھڑی دلِ ستار کا چراغ
جب سے ملی ہے عشقِ محمدؐ کی روشنی

عاشق کو شہرِ حبیب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے بھی بے انتہا پیار ہوتا ہے اور اس کی نگاہوں میں دیارِ محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے سامنے ہر شہر ہیچ نظر آتا ہے۔ مدینۂ امینہ تو خاک دانِ گیتی کی راجدھانی ہے۔ مدینے کی بہاروں پر جنت کی بہاریں قربان ہیں۔

مدینے سے ستار کی وابستگی ملاحظہ کریں۔

خدا مجھ کو مدینے میں کسی صورت جو پہنچا دے
کروں جی بھر کے پھر میں بھی نظارہ سبز گنبد کا

مدینے کی فضا بھی کیا فضا ہے
جدھر دیکھو، اُدھر نور خدا ہے

لیے پھرتا ہوں کب سے حسرتِ دیدار سینے میں
مرے آقاؐ بلا لیجے مجھے اب تو مدینے میں

بہت ناز ہے تجھ کو جنّت پہ رضواں
ذرا دیکھ نقش و نگارِ مدینہ

مدینے کی زمیں ہی کیا فضائیں تک مُعطّر ہیں
عجب خوشبو ہے اے ستّار آقاؐ کے پسینے میں

کلامِ ستّار میں ادبی حسن

حضرت ستّار وارثی بریلی میں پیدا ہوئے، تعلیم حاصل کی اور تپتی ہوئی جوانی درس گاہوں اور تصوّف کدوں کے خنک سائے میں بتائی۔ بریلی، لکھنؤ اور دہلی کے بیچوں بیچ ہے اور بریلی کی زبان پر دونوں کا اثر ہے۔ البتہ دلّی اسکول سے قُربت زیادہ ہے۔ اسی لیے ستّار وارثی کے یہاں تصنُّع اور بناوٹ برائے نام ہے۔ سادگی ہے، پاکیزگی ہے، برجستگی ہے اور زبان بڑی منجھی ہوئی ہے۔ عربی و فارسی الفاظ اور تراکیب بھی کم ہیں۔

ان کا لہجہ قدیم و جدید کا سنگم ہے، ان کے یہاں روانی اور نغمگی ہے۔ بحریں بڑی دل آویز اور مترنم ہیں۔ بڑی اور چھوٹی دونوں بحریں موجود ہیں۔

رنگ و آہنگ

جناب ستّار کے رنگ و آہنگ کی ایک جھلک ملاحظہ کریں:

مالکِ بحر و بر شاہِ جنّ و بشر خوش بیاں خوش ادا خوش خبر خوش نظر
جس طرف دیکھیے بزمِ عالم میں ہیں آپ طلعت نما یا نبیؐ یا نبیؐ

عرش کے تاجور رشکِ نورِ سحر وجہِ تخلیقِ کون و مکاں آپؐ ہیں
دستگیرِ جہاں راحتِ قلب و جاں بزمِ عالم کی روحِ رواں آپؐ ہیں

حُسن کی ابتدا عشق کی انتہا اے رسولِ خداؐ مرحبا مرحبا
آپ خیرُ البشر آپ خیرُ الوریٰ اے رسولِ خداؐ مرحبا مرحبا

مطلعِ صبحِ سعادت رونقِ بزمِ ازل
رشکِ فردوسِ بریں ہے اس کے کوچے کی زمیں

تشبیہات و استعارات

تشبیہات و استعارات شاعری کا زیور ہیں۔ ستّار صاحب نے عروسِ شاعری کو ان زیورات سے آراستہ ضرور کیا ہے لیکن زیوروں کی بہتات اور بے وجہ آرائش سے حُسن کی بدنمائی اور سنگھار کو پھوہڑپن سے محفوظ رکھا ہے۔

چند جھلکیوں ملاحظہ فرمایئے:

یہ تاب زلفوں میں وہ رُوئے انور
گھٹاؤں میں جیسے قمر گھِر گیا ہے

نظارہ کر رہا تھا میں ادب سے سنگِ اسود کا
نظر میں تھا مری خالِ رُخِ زیبا محمدؐ کا

حریمِ عرش سے بڑھ کر ہے وہ دل
کہ جس میں عکسِ رُوئے مصطفیٰؐ ہے

کیسے کہوں کہ حاصلِ ایمان ہے میرا
رُوئے رسولِؐ پاک ہی قرآن ہے میرا

پیامِ راحت ہو دل کشا ہو، تمہی دعا ہو تمہی دوا ہو
تمہی کرم ہو تمہی عطا ہو، درود تم پر سلام تم پر

جمالیات اور ایمیجری

یہ چشمِ مست، یہ گیسو، یہ عارض، یہ رُخِ روشن
سراپا ہو جمالِ حُسنِ پنہاں یا رسولؐ اللہ

شمس و قمر میں نور اُنھی کا ہے ضوفشاں
وہ دن کی روشنی ہیں وہی شب کی چاندنی

اے نورِ ازل اے اوجِ بشر سرکارِ دو عالم سیّدنا
اے روحِ نشاطِ قلب و نظر سرکارِ دو عالم سیّدنا

عجب ہے چشمِ مست اس کی عجب ہیں گیسوئے پیچاں
لب و رُخسار، بینی و دہن سب آیۂ قرآں

اے نمودِ کمالاتِ خُلقِ عظیم، اے حلیم وکریم، اے رؤف و رحیم
شرحِ قرآن رازِ الف لام میم علم کا قُلزمِ بیکراں آپؐ ہیں

وہ والشمس والیل کی شرح بن کر
شبستانِ وحدت میں جلوہ نما ہے

منقبت کے صرف دو شعر

حضرت ستارؔ وارثی کی منقبتوں پر کوئی تبصرہ مقصود نہیں۔ صرف دو اشعار پیش کر کے سیّدنا شیخ عبدُالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیّدنا وارثِ پاک قُدس سرہ العزیز کی بارگاہوں میں ان کی عقیدت دکھانا مقصود ہے۔

حضورِ غوثُ الاعظمؒ کی نگاہِ لطف کے صدقے
کہ بزمِ عارفاں تک "آیۂ رحمت" کی شُہرت ہے

مجھے بھی کہتے ہیں ستارؔ بندۂ وارثؒ
بس اتنی سی ہے حقیقت مِرے فسانے کی

نعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی ستارؔ وارثی کی زندگی تھی اور یہی اُن کی بندگی تھی عِشقِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور یادِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) متاعِ حیات ہے۔

وہی روز و شب ہے جاری مِرا شغل آہ و زاری
جو عطا کیا تھا مجھ کو کبھی یاد نے تمہاری

کچھ اشکِ ندامت ہیں آنکھوں میں فقط باقی
کیا پیش کروں اُن کی سرکار میں نذرانہ

جناب ستار صاحب کو صرف اس بات کی تمنّا تھی کہ نعت لکھوں اور بارگاہِ ناز میں اُسے شرفِ قبولیت حاصل ہو

نہ شعورِ فن کی ہے آرزو، نہ کسی ہنر کی تلاش ہے
جو قبولِ درگہِ ناز ہو، مجھے اُس اثر کی تلاش ہے

اخیر میں حضرت ستارؔ وارثی کی ایک نعتیہ غزل ملاحظہ کرتے ہوئے ان کے لب و لہجہ، بیان و فکر و خیال و جذبات و رنگ و آہنگ، خلوص و صداقت اور عشق کی تڑپ کا اندازہ لگا لیں:

جب سے ملا ہے درد ترا دائمی مجھے
مایوس کر سکا نہ غمِ زندگی مجھے

لے چل درِ حبیبؐ پہ اے بے خودی مجھے
کرنا ہے وقف اُن کے لیے زندگی مجھے

رونا مرا وضو تو عبادت ترا خیال
بس یہ نمازِ شوق ہی راس آ گئی مجھے

تیری رضا پہ کر دوں میں قربان ہر خوشی
مل جائے اب تو عشق میں وہ آگہی مجھے

دُنیا بدل گئی مرے صبر و قرار کی
جب سے دیا ہے تو نے غمِ عاشقی مجھے

ستارؔ اب حرم سے غرض ہے، نہ دیر سے
ہے بس خیالِ یار سے دلبستگی مجھے

نعت کہتے کہتے ستّار سو گیا

حضرت عبدالستّار خاں، ستّار وارثی، ۶۳ برسوں تک دل میں مصطفیٰ جانِ رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی نعت اور ان کی یاد کی بزم سجائے رہے، سینے کو مدینہ بنائے رہے، نظروں میں سرکار (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے جلوے بسائے رہے اور اُسی مدنی محبوب (علیہ التحیۃ والثنا) کے نغمے، اس کی عظمت و عشق کے نغمے سناتے رہے۔ آخر ایک دن یہ عندلیبِ رسالت خاموش ہو گیا۔ طبیبوں نے وقتِ آخر دوا دینا چاہا، علاج کرنا چاہا مگر عشقِ حبیبِ خدا (علیہ السّلام والثناء) کا یہ مریض اب اُس مسیحا کے دیدار کی تیاری کر رہا تھا جس کے تلووں کا دھوون آبِ حیات ہے اور جو جانِ مسیحا ہے۔ قبر میں مومن کو اس پیارے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے رُخِ انور کی زیارت ہوتی ہے۔

حضرت ستّار وارثی نے طبیبوں کو یہ کہہ کر رخصت کر دیا۔

جاؤ للہ تم کام اپنا کرو، ان کے بیمارِ غم کو یونہی چھوڑ دو
اے طبیبو! تمہاری ضرورت نہیں، اب مرا درد ہی لادوا ہو گیا

حضرتِ ستّار وارثی اس دارِ فانی سے مکانِ جاودانی کی طرف بروز جمعہ ۸ مارچ ۱۹۸۵ء کو کُوچ کر گئے۔ جمعہ کے روز وصال ہونا حسابِ قبر سے محفوظ رکھتا ہے۔ چنانچہ جو عمر بھر غمِ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے حساب و کتاب میں مُبتلا رہا، اسے حسابِ قبر سے آزاد کر دیا گیا۔

ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیرِ عاشقاں تجھ پر
فنا کے بعد بھی باقی ہے شانِ عاشقی تیری

اصلِ شہود و شاہد و مشہود کے مفسّر

ستّار وارثی

تحریر: شہناز کوثر

ستّار وارثی کی کتاب "معطّر معطّر" مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی سے مارچ ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی۔ "آیۂ رحمت" ان کا مجموعۂ حمد و نعت و مناقب ہیں۔ تیسرا مجموعۂ نعت "حرفِ معتبر" زیرِ طبع ہے۔ ستّار وارثی سلسلۂ عالیہ وارثیہ کے جلیل القدر اور صاحبِ کشف و کرامت بُزرگ محترم غفار شاہ وارثی کے فرزندِ ارجمند تھے۔ یہ ۱۹۲۸ء کو بریلی میں پیدا ہوئے اور ۸ مارچ ۱۹۸۵ء کو اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ ان کی نعتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عشق میں ڈوبی ہوئی ہیں، ان کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی یہ نعتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بے پناہ محبّت و عقیدت سے بھری پڑی ہیں۔

سلیم تابانی "معطّر معطّر" کے دیباچے میں لکھتے ہیں: "صدیوں میں ایسے عاشقانِ باصفا پیدا ہوتے ہیں، جن کی آنکھ اسمِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) لب پر آتے ہی نم ہو جائے، بدن میں لرزش اور اضطراب بڑھ جائے"۔

پروفیسر منظور حسین شورؔ نے ستّار وارثی کو وحدتُ الوجود کا شاعر قرار دیتے ہوئے اُنہیں "اصلِ شہود و شاہد و مشہودؔ کی تفسیر" قرار دیا ہے اور حقیقت میں ان کا سارا کلام ہی وحدت الوجود کا عکّاس ہے۔

حضُور حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف و ثنا میں تر زبانی ہوتے ہوئے ستّار وارثی آپؐ کے مقام کی بات ضرور کرتے ہیں اور وہ صرف آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عبد ہونا نہیں، آپؐ کا عبدہٗ ہونا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

صرف اللہ کے بندے نہیں، اس کے محبوب بھی ہیں۔ ستّار وارثی کے نعتیہ کلام میں فلسفۂ وحدتُ الوجود کا پرتَو اصل میں سُنّتِ خداوندی پر عمل کرنے کی خواہش ہے۔ "وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰی" کے زیرِ اثر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہر ارشاد دراصل فرمانِ خداوندی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ "مَنْ رَآنِی فَقَدْ رَاءَ الْحَق" (جس نے مجھے دیکھا، اس نے خدا کو دیکھ لیا)۔ ستّار وارثی اس موضوع کو یوں نبھاتے ہیں۔

اسی باعث تو دیدارِ الٰہی دید ہے اس کی
جمالِ کبریا کا آئنہ رُوئے محمدؐ ہے

بہارِ تازہ چراغِ زیبا، جمالِ دل کش فروغِ جلوہ
جو بے نشاں ہے وہ ذات یکتا تو اس کا ہر اک نشاں محمدؐ

ہمارے آقا و سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کریم کی ذات و صفات کا، اُن کے حُسن کا، اس کے اختیارات کا مظہرِ کامل ہیں۔ اس حقیقت کو "معطّر معطّر" اور "حرفِ معتبر" میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

تم حُسنِ خدا کا ہو مظہر، روشن ہیں تمہی سے شمس و قمر
جلوے ہیں تمہارے حدِّ نظر، سرکارِ دو عالم سیّدنا

کہتے ہیں جس کو مظہرِ حُسن و صفاتِ رب
سر تا قدم وہ پیکرِ تاباں ہیں مصطفٰےؐ

وحدت کی تجلّی ہو تم آئینۂ قدرت
تم مظہرِ کامل ہو، تمہی نورِ حقیقت

ستّار اُن کو مظہرِ کامل بنا کے خود
حق نے حریمِ ناز کا پردہ اٹھا دیا

لیکن یہ اُٹھا ہوا پردہ دکھائی اسی کو دیتا ہے جو انتہائے محبت اور حسنِ عقیدت وارادت کی نظروں سے یہ کام لینا چاہے۔ ستّار کہتے ہیں

نظر سے ہٹ گیا پھر خود بخود ہر پردۂ حائل
بنی شانِ ثنائے عشق جب اُلفت محمدؐ کی

حضور فخرِ موجودات سیّدُ الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نورِ ذات کی تجلّی ہیں اور اسی تجلّی سے ہر کائنات روشن اور مجلّٰی ہے۔

جس میں رقصاں ہے تجلّیٔ خداوندِ کریم
ہے وہ آئنہ ترا رُوئے منور آقا

آپ تجلّیٔ ازل، آپ جمالِ نُورِ ذات
روشن و تابناک ہے آپ کا عالمِ حیات

ستّار وارثی کہیں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تجلّیٔ طور قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

مری دسترس سے جو دُور ہے، جو سراپا آیۂ نور ہے
وہ جو خود تجلّیٔ طُور ہے، مجھے اس بشر کی تلاش ہے

تھا انہی کے رخِ تاباں کا وہ اک عکسِ جمیل
طور پر حضرتِ موسیٰؑ نے جو جلوہ دیکھا

کہیں وہ آقائے ہر کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نُور کو طُور و کعبہ کے علاوہ عرشِ معلّٰی پر بھی جلوہ فشاں دیکھتے ہیں:

وہ طور و کعبہ ہو کہ ہوں عرشِ عُلیٰ کی رفعتیں
ہیں آپ ہی جلوہ نما سیّد محمدؐ مصطفٰےؐ

کعبہ و طور و عرش ہو یا ہو کوئی بھی سجدہ گاہ
جلوہ فشاں ہیں ہر جگہ آپ ہی کی تجلّیات

اور جلووں کی اس یکتائی کے سبب پر یوں گفتگو کرتے ہیں:

جلوہ فشاں ہو عرش سے تم ہی تو فرشِ خاک پر
تم ہو شعاعِ نورِ رب، وجہِ تجلّیات ہو

ممکن نہیں کہ ثانی ہو ایسے حسین کا
نورِ خدائے پاک سے جس کا ہو اتصال

حضورِ رحمتِ ہر عالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ضیا باریوں اور جلوہ نمائیوں کا ذکر ان کے کلام میں خاص لطف دیتا ہے:

کشورِ حُسن کے آپؐ فرمانروا' آپ ہیں عزّت و شانِ اہلِ وفا
آفتابِ ازل جلوۂ کبریا' دونوں عالم میں جلوہ فشاں آپؐ ہیں

تم صبحِ ازل ہو' نورِ ابد' سرِ کن فکاں
تم جلوہ بارِ نیّرِ نورِ خدا بھی ہو

تمہارے نور ہی سے تو منوّر دونوں عالم ہیں
جدھر دیکھو' اُدھر جلوہ فشاں ہو یا رسولؐ اللہ

لباسِ نور میں سر تا قدم ہیں سایۂ یزداں
زمین و آسمان و عرش' سب ان سے منوّر ہیں

سرِ وحدتُ الوجود کا ایک عکس مزید دیکھیے:

وہ آئینۂ نورِ خدا تو ہے کہ جس میں
آتا ہے نظر عکس بھی اُس آئنہ گر کا
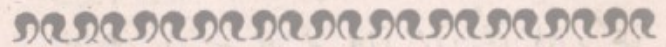
مُشتاق مدینے کی رسائی کے لیے ہُوں
بیتاب ترے در کی گدائی کے لیے ہُوں
تو نے مجھے مانوسِ محبّت کیا آقا
زندہ میں تری مدح سرائی کے لیے ہوں

میرے آقا (علیہ التحیۃ والثناء) کا ایک درود خواں ستّار وارثی

تحریر: راجا رشید محمود

درودِ پاک وظیفۂ خداوندی ہے' وظیفۂ ملائکہ ہے۔ درود و سلام کی عبادت میں انبیاءِ کرام' صحابۂ کرام اور اولیاء اللہ بزرگانِ دین مشغول رہے۔ درود و سلام اہلِ ایمان کا فریضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو درود و سلام کا حکم دینے سے پہلے اس کی اہمیت کے بارے میں اپنے اور ملائکۂ مقرّبین کے اس کام میں مصروف رہنے کی حقیقت کا اظہار فرمایا۔ جو مومن ہے' اسے تو "صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا" کا اُلوہی فرمان راہ دکھاتا ہے اور اس کے لیے تو اس عمل کے بغیر چارہ نہیں۔

پھر بہت سی احادیثِ مبارکہ میں ان لوگوں کے لیے سخت وعیدیں موجود ہیں جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسمِ گرامی لے کر' سُن کر' پڑھ کر یا لکھ کر درود و سلام کا اہتمام نہیں کرتے۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے بخیل فرمایا' اور ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ بخیل جنّت میں نہیں جائے گا۔ ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے حضور سیّدِ خیرُ الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص کی ناک خاک آلود ہونے کی خبر سنائی جو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا نامِ نامی سُن کر آپ کی بارگاہِ بیکس پناہ میں درود و سلام کے پھُول نچھاور نہ کرے۔

درود و سلام کے فضائل و فوائد بے شمار ہیں' اور بہت سے اقوالِ رسولِ کریم (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) میں موجود ہیں' بہت سے درود پڑھنے والوں کے مشاہدے میں آئے ہیں۔ صرف یہ ایک فائدہ کتنا بڑا ہے کہ حضور سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ نے فرمایا' جنّت میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ ہو گا جو مجھ پہ زیادہ درُود

بھیجنے والا ہو گا۔

ایک حدیثِ پاک میں ہے، حضور حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا، جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درودِ پاک بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے، اس کے دس گناہ معاف کرتا ہے اور دس درجے بلند کرتا ہے۔ یہ حدیثِ پاک ہم اکثر سنتے ہیں لیکن اس کے الفاظ اور اِن الفاظ کے معانی پر توجّہ نہیں دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک کام کا حکم دیا ہے اور پہلے اس کی اہمیت بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بھی یہ کام کرتے ہیں۔ پھر جب اس کا یہ وعدہ سامنے آتا ہے کہ ہم ایک بار حضور رحمتِ ہر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجیں گے تو اللہ تعالیٰ ہم پر دس رحمتیں نازل کرے گا۔۔۔۔ تو ہمیں اندازہ کرنا چاہیے کہ اس کا مفہوم کیا ہے۔ سورۃ الاعراف میں ہے۔ "وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ" (اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے)۔ اس آیۂ مبارکہ کو سامنے رکھ کر سوچیں کہ آپ ایک بار درود شریف پڑھ کر کیا کمائی کر رہے ہیں۔

پھر بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں سے ایک ایک گناہ انسان کو جہنّم رسید کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ درودِ پاک پڑھنے سے دس گناہ معاف ہونے کی نوید بھی کمالِ رحمت پر دلالت کرتی ہے۔

درجے کے بارے میں بھی ہم اندازہ نہیں کرتے کہ وہ کیا ہے، اور دس درجے بلند ہونا کیسا مقام ہے۔ اُسد الغابہ (جلد ششم) میں حضرت عبدالرّحمٰن بن نحامؓ کے ذکر میں ابن اثیرؒ نے یہ حدیثِ پاک نقل کی ہے کہ حضرت کعبؓ بن مرّہ نے کہا، میں نے حضور فخرِ موجودات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کو فرماتے ہوئے سُنا کہ اہل حرفہ، تم تیر اندازی کیا کرو۔ جس کا ایک تیر بھی اللہ کے کسی دشمن کے لگ گیا، اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کر دے گا۔ حضرت عبدالرّحمٰن بن نحامؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) درجہ کیا ہے؟ فرمایا، "درجہ تمہاری ماں کی چوکھٹ نہیں ہے۔ بلکہ دو درجوں کے درمیان سو برس کا فاصلہ ہے"۔۔۔۔ اب

آپ اندازہ کیجیے کہ ایک بار اپنے آقا و مولا علیہ والسّلام والثناء کی بارگاہ میں ہدیۂ درود و سلام پیش کرنے پر آپ کتنا فاصلہ طے کرتے ہیں۔ ترمذی شریف کی ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور خدا تعالیٰ کے ذکر اور درود کے بغیر اٹھ کھڑے ہوں، وہ مجلس قیامت کے دن اُن پر وبال ہو جائے گی۔

اس صورت میں ان لوگوں کے لیے، جن کی طبع موزوں ہو، ضروری ہے کہ وہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیۂ نعت پیش کرتے ہوئے صلوٰۃ و سلام کا ضرور اہتمام کریں۔ اردو کے نعت گووں نے (باستثنائے چند) درود و سلام کے اُلوہی حکم پر عمل کا التزام کیا ہے۔ ایسے میں ستّار وارثی جیسے صُوفی شاعر کے اس راستے سے بھٹکنے کا کوئی تصوّر ہی نہیں ہے۔ چنانچہ ان کے تینوں مجموعہ ہائے کلام میں موجود نعتوں میں کئی مقامات پر درود و سلام کے مضمون کو پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً

شفیعِ محشر، قسیمِ کوثر، حبیبِ پروردگارِ عالم
درود تم پر سلام تم پر، حبیبِ پروردگارِ عالم

لاکھوں درود اور سلام اُس کی ذات پر
جو عاصیوں پہ سایۂ رحمان ہو گیا

لاکھوں درود اور سلام آپ پہ مولاؐ
ہے اب شبِ فرقت میں یہی وردِ شبینہ

اللہ کریم نے مومنوں کو حضورِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والثناء کے حضور درُود بھیجنے کے حکم کے ساتھ ساتھ خوب سلام بھیجنے کا حکم بھی دیا ہے۔ یوں، ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم درود کے ساتھ ساتھ سلام کا اہتمام بھی کریں۔ اس لیے سلام الگ سے عرض کرنا ہو تو ٹھیک ہے لیکن درود کے ساتھ سلام کا اہتمام نہ کرنا مناسب نہیں۔ البتہ عُرفِ عام میں ہم "درود شریف" یا "درودِ پاک" یا محض "درُود" کہتے ہیں تو مراد "درُود و سلام" ہی ہوتا ہے۔ ستّار وارثی بھی کہتے ہیں:

عرشِ بریں کے تاجدار آپؐ ہیں شاہِ ذی وقار
آپ کی ذاتِ پاک پر ہر دم درُود بے شمار

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کے ۱۷۱ اشعار لکھ کر اُردو میں نعت کہنے والوں کو نئی راہ سُجھائی چنانچہ بیسیوں شاعروں نے "لاکھوں سلام" کی صورت میں نعتیں کہیں، کئی شاعروں نے اعلیٰ حضرت کے سلام کی تضمینیں کہیں۔ چنانچہ ماہنامہ "نعت" کے دو شماروں (جنوری و مئی ۱۹۸۹ء) میں اعلیٰ حضرت کے سلام کے علاوہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسمِ گرامی "محمدؐ" (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے عدد کے حوالے سے ۹۲ لاکھوں سلام شائع کیے گئے۔۔۔ ستّار وارثی کا ایسا ہی سلام "معطر معطر" میں شامل ہے۔ دو شعر ملاحظہ فرمائیے:

اے فروغِ سحر، معدنِ فیضِ علم، اے چراغِ شبِ تار، حُسنِ تمام
اے مجسّم وفا زینتِ صبح و شام، اے حبیبِ خدا تم پہ لاکھوں سلام

اے بہارِ دو عالم، مرادِ جہاں، مالکِ بحر و بر، نازشِ لامکاں
محسن و مہرباں، راحتِ عاشقاں، حق نظر حق نوا تم پہ لاکھوں سلام

اپنے کئی نعتیہ اشعار میں وہ بڑی بے تکلفی سے اس تعداد کو کثرت کے معنوں میں استعمال کرتے ہوئے اس سعادت میں کثرت کرتے ہیں۔۔۔ جیسے،

اللہ کے حبیبؐ دو عالم کے تاجدار
لاکھوں سلام آپ پر اے شاہِ ذی وقار
دیکھو جسے، ہے طالبِ دیدار آپؐ کا
لاکھوں سلام آپ پر یا سیّدُ البشرؐ

ہمارے ممدوح نے ایک نعت "درود تم پر سلام تم پر" ردیف کے ساتھ کہی ہے، مطلع اور مقطع دیکھیے:

سراپا تم رحمتِ خدا ہو، درُود تم پر سلام تم پر

امیں ہو صادق ہو، باصفا ہو، درود تم پر سلام تم پر
قبول یا رب مری دعا ہو، درِ نبیؐ پر جو سر جھکا ہو
تو لب پہ ستّار کے صدا ہو "درود تم پر سلام تم پر"

"صلِّ علیٰ محمدؐ" ردیف کی صورت ملاحظہ فرمائیے:

جانِ حزیں ہے بیقرار، دل پر نہیں ہے اختیار
کہتا ہوں رو کے بار بار صلِّ علیٰ محمدؐ

پروفیسر حفیظ تائب کہتے ہیں کہ حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے درود و سلام کے جو طریقے بتائے، ان کے تمام لوازم "صلی اللہ علیہ وسلم" میں یکجا کر دیے گئے ہیں۔ قیاس یہ ہے کہ یہ الفاظ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال تک یا پھر سانحۂ وصال کے وقت وضع کر لیے گئے تھے کہ تابعین کی کتابوں میں جہاں کہیں وصالِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) مذکور ہے، وہاں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے اسمِ گرامی کے ساتھ یہ الفاظ درج ہیں۔۔۔ اُردو وہ خوش قسمت زبان ہے جس میں یہ مبارک جملہ مستقل طور پر حصۂ شعر بنتا ہے اور بہت سے شعرا نے "صلی اللہ علیہ وسلم" کو ردیف بنا کر نعتیہ غزلیں نظمیں کہی ہیں"۔

رازؔ کاشمیری مرحوم نے "صلی اللہ علیہ وسلم" ردیف کی پابندی کے ساتھ ایک انتخابِ نعت شائع کیا جس میں ۱۹۲ نعتیں ہیں۔ بعد میں ماہنامہ "نعت" کے دو شماروں (اکتوبر نومبر ۱۹۸۹) میں اس ردیف کی ۱۰۳ وہ نعتیں جمع کی گئیں۔۔۔ جو رازؔ کاشمیری کی کتاب میں نہیں شامل ہو سکیں۔ ان میں ستّار وارثی کی ایک نعت بھی ہے۔ دو شعر یہ ہیں:

شعلۂ زیبا نور کا پیکر، کون و مکاں ہیں جس سے منور
حُسنِ خدائے پاک کا مظہر صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلّم
حاصلِ ایماں اس کی محبت، اس کا تصوّر عینِ عبادت
شانِ نبوت ختم ہے اُس پر صلی اللہ علیہ وسلم

ستّار وارثی کی ایک نعت میں بھی ایک شعر یوں ملتا ہے:

آنکھوں میں میری جلوۂ وارث اور لبوں پر اللہُ اکبر
دل پہ منقش اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

"سلامُ علیک" ردیف میں کہی گئی نعت کے دو اشعار دیکھیے:

وارثِ دو جہاں سلامُ علیک
فخرِ کون و مکاں سلامُ علیک
ہم غریبوں کے ہے یہ وردِ زباں
مشفق و مہرباں سلامُ علیک

انہوں نے یہ اہتمام بھی کیا ہے کہ آقا حضورؐ علیہ افضلُ الصلوٰت و اکمل التحیات کے اسمِ گرامی کے ساتھ درود لکھا ہے:

ہے وردِ زباں صلِّ علیٰ نامِ محمدؐ
دردِ دلِ مضطر کی یہی ایک دوا ہے

"معطّر معطّر" میں ۱۳ شعروں کا ایک سلام ہے جس کا مطلع یہ ہے:

سلام اے سیّدِ عالم، سلام اے سرورِ ذی شاں
سلام اے جلوۂ یزداں، سلام اے عظمتِ انساں

ان کا سلام کا ایک اور شعر ملاحظہ فرمایئے:

سلام اے سرورِ ذی شاں نبیؐ عرشِ عُلیٰ والے
سراپا جلوۂ یزداں نبیؐ عرشِ عُلیٰ والے

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

محفلِ ہست و بود میں پرتوِ حسنِ ذات ہو
روحِ یقینِ عشق ہو جلوہ گرِ صفات ہو
جلوہ فشاں ہو عرش سے تم ہی تو فرشِ خاک پر
تم ہو شعاعِ نورِ رب وجہِ تجلیات ہو
تم ہی ہو انبساطِ کُل تم ہی ہو فضلِ بے حساب
کشمکشِ جہاں میں تم دافعِ مشکلات ہو
تم ہو سکونِ زندگی تم ہو وقارِ بندگی
کارگہِ حیات میں نازشِ التفات ہو
کر دی خدائے پاک نے تم پہ کرم کی انتہا
شاہدِ بزمِ کُن فکاں رونقِ کائنات ہو
در پہ تمہارے ہر گھڑی ہے جو ہجومِ عاشقاں
تم ہو شفیعِ عاصیاں تم ہی رہِ نجات ہو

("حرفِ معتبر" سے)

جمالِ ذاتِ الٰہی کا آئینہ تم ہو
سراپا معنیٔ والشمس و الضحیٰ تم ہو
ہیں شرحِ آیۂ واللیل گیسوئے مشکیں
سحابِ لطف و کرم شاہِ دوسراؐ تم ہو
نہ دیکھا تم سا حسیں کوئی بھی زمانے میں
فروغِ دیدہ وراں حسنِ دلکشا تم ہو
تمھی ہو بربطِ رحمت پہ نغمۂ یزداں
جہانِ حسن میں محبوبِ کبریا تم ہو
طبیبِ عالمِ امکاں سراپا لطف و کرم
خوشا کہ چارہ گرِ دردِ لادوا تم ہو
نہ تخت و تاج کی حسرت، نہ مال و زر کی ہوس
خدا کا شکر کہ بس میرا مدعا تم ہو
تمھاری چشمِ کرم کا ہے منتظر ستّار
کہ اس غریب کا سرکارؐ آسرا تم ہو

("حرفِ معتبر" سے)

نہ میں مشتاق حوروں کا، نہ طالب قصرِ جنّت کا
طلب گارِ کرم ہوں بس شہنشاہِ رسالتؐ کا
مجھے سرکارؐ نے بخشی ہے جب سے لذّتِ عرفاں
انھی سے ہر بھرم قائم رہے جذبوں کی وسعت کا
وہ بن کر رحمتؐ للعالمیں آئے جو دنیا میں
تو پھر بجنے لگا ہر سمت ڈنکا حق کی وحدت کا
مچے گی ہر طرف صلّ علیٰ کی دھوم محشر میں
نظر آئے گا اُن کے سر پہ سہرا جب شفاعت کا
تمھی تو ہو تسلّیٔ دلِ آزردگاں آقاؐ
تمھی تو ہو سہارا ساکنانِ دشتِ غربت کا
تمھی نے توڑ ڈالیں جبر و محکومی کی زنجیریں
سبق تم نے دیا سب کو مساوات و اخوّت کا
زبانِ شوق پہ صبح و مسا بس نام ہے اس کا
کرم ستّار مجھ پر ہے اسی جانِ محبت کا

("حرفِ معتبر" سے)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مطلعِ صبحِ ازل رحمتِ داور آقا
تو ہے سر تا بقدم نُور کا پیکر آقا

رُوئے تاباں ترا "والشمس" کا مظہر آقا
شرحِ واللیل ہیں گیسُوئے معنبر آقا

جس میں رقصاں ہے تجلیٔ خُداوندِ کریم
ہے وہ آئینہ ترا رُوئے منوّر آقا

واقفِ سرِّ نہاں شاہدِ کنزِ مخفی
تیرا ثانی ہے دو عالم میں، نہ ہمسر آقا

کعبۂ قلب و نظر، نازشِ عرشِ اعظم
شافعِ روزِ جزا قاسمِ کوثر آقا

ہر گھڑی ہے ترے الطاف و کرم کا طالب
تیرا ستّارِ حزیں بندۂ کمتر۔ آقا

("حرفِ معتبر" سے)

اللہ اللہ خبر گیریٔ بے نوا مجھ کو سرکارؐ کا سنگِ در مل گیا
خستہ حالوں پہ نظرِ کرم ہو گئی، غم زدوں کو شعور مل گیا

کیفیتِ درد کی کیف آگیں ہوئی لذّتِ سوزِ پنہاں بھی بڑھتی گئی
ہر نفس ان کے جلوؤں میں گُم ہو گیا جب سے ان کا غمِ معتبر مل گیا

سرورِ دوسرا سیّدُ المرسلیںؐ میری چشمِ تصوّر میں خود آ گئے
اے دلِ مضطرب ہو مبارک تجھے تیرا وارث ترا چارہ گر مل گیا

وہ مجسّم صداقت وہ محبوبِ رب، وہ سراپا وفا دلربا ذی شرف
جو ہے تخلیقِ کون و مکاں کا سبب مجھ کو وہ مالکِ بحر و برّ مل گیا

وہ مکینِ حرا مظہرِ کبریا خاتمُ الانبیا، نازشِ اصفیاء
جس کی نظروں میں ہے رازِ عرشِ علیٰ عاصیو تم کو وہ دیدہ ور مل گیا

کشتگانِ محبّت کو چین آ گیا مطمئن ہو گئی بے نوائی مری
یادِ سرکارِ طیبہ مجھے آ گئی، عشق کو میرے اذنِ سفر مل گیا

جس کا رُوئے حسیں شرحِ شمسُ الضحیٰ اور تفسیرِ واللیل زلفِ دوتا
جو ہے سر تا قدم نورِ ذاتِ خدا مجھ کو ستّار ایسا بشر مل گیا

("حرفِ معتبر" سے)

یا رب ہو عطا اُلفتِ سلطانِؐ مدینہ
آنکھوں میں رہے صُورتِ سلطانِؐ مدینہ

بس جائیں مِری آنکھوں میں طیبہ کے مناظر
دیکھوں میں یُونہی طلعتِ سلطانِؐ مدینہ

ضَو ریز وہاں رہتی ہے وحدت کی تجلّی
ہے شہرِ نبیؐ جنّتِ سُلطانِؐ مدینہ

وہ صبحِ ازل، شامِ ابد، جانِ دو عالم
ہے لُطفِ خدا عظمتِ سلطانِؐ مدینہ

ہیں مَوجِ سخا، بحرِ کرم، مصدرِ رحمت
محبُوبِ خدا حضرتِ سلطانِؐ مدینہ

اللہ سے ملتے ہیں وہ خود عرشِ بریں پر
دیکھے تو کوئی قربتِ سلطانِؐ مدینہ

ستّار یہ حسرت ہے دمِ نزع بھی دل میں
کرتا ہی رہوں مدحتِ سُلطانِؐ مدینہ

("حرفِ معتبر" سے)

مِری چشمِ تصوُّر میں وہی معراج والا ہے
جو شاہِ حسن ہے سب مہ جبینوں سے نرالا ہے

سراپا رحمتِ عالم ہے وہ مالک خدائی کا
کہ جس کی جُنبشِ ابرُو عطائے حق تعالیٰ ہے

نچھاور عرش سے ہوتے ہیں پُھول اس پر درُودوں کے
بڑے نازوں سے اس کو آمنہؓ بی بی نے پالا ہے

حسیں ایسا کہ اُس کی دید دیدارِ الٰہی ہے
خُدا کے نُور کا اُس کے رُخِ روشن پہ ہالہ ہے

وہی بھرتا ہے سب کے نعمتِ کونین سے دامن
سہارا دے کے جس نے گرنے والوں کو سنبھالا ہے

غریبوں کو عطا کرتا ہے وہ صدقہ نواسوںؓ کا
دُرِ مقصود جس نے کاسۂ ہستی میں ڈالا ہے

تصدُّق اس پہ ہوں ستّار یہ مہر و مہ و انجم
کہ جس کے رُوئے انور سے دو عالم میں اجالا ہے

("حرفِ معتبر" سے)

عجب صلِّ علیٰ تاثیرِ عرفانِ محبّت ہے
کہ مجھ عاصی کے سر پہ سایۂ دامانِ رحمت ہے

وہ محبوبِ خدائے لم یزل، مختارِ دوراں ہیں
رُخِ پُرنور جن کا مطلعِ صبحِ سعادت ہے

نبیؐ جتنے بھی آئے سب ہیں مشتاقِ کرم اُن کے
وہ جن کی ہر ادا خود مظہرِ شانِ حقیقت ہے

گزر ہے عشق کی منزل میں کیفِ سوزِ پنہاں کا
وہی پیارا خدا کا ہے، جسے اُن سے محبت ہے

مدینے کی فضاؤں پر ہو قرباں خُلد کی رونق
یہ وہ کُوچہ ہے جس کا ذرّہ ذرّہ رشکِ جنّت ہے

اسے معلوم کیا جو رازِ ہستی سے ہو بیگانہ
خمِ ابروئے جاناں کیا ہے؟ محرابِ عبادت ہے

پلا دو شربتِ دیدار، صدقے میں نواسوںؓ کے
فقیرِ رہ گزر ستّارؔ بیمارِ محبت ہے

("حرفِ معتبر" سے)

پہنچے ملنے خدا سے جو شاہِ اممؐ نور کا عرش تک ایک زینہ بنا
آئے طیبہ میں جب وہ مبارک قدم شہرِ یثرب جو تھا، وہ مدینہ بنا

جب مدینے میں پہنچے خدا کے نبیؐ، اُن کے قدموں پہ ساری خدائی جُھکی
بن گئی ساری دنیا اک انگشتری اور مدینہ ہی اس کا نگینہ بنا

مُردہ دل ہو گئے تھے جو انسان کے، ان کے حُسنِ تبسُّم سے زندہ ہوئے
ان کی خوشبو سے عالم مُعطّر ہوا عطرِ گُل آپؐ کا جب پسینہ بنا

عاشقوں کی یہ ان کے عجب شان تھی عشق میں ان کے مٹ کر بقا مل گئی
درد خود اُن کا بڑھ کر دوا بن گیا، ان کا مرنا ہی دراصل جینا بنا

اُن کے جلوے نظر میں سمانے لگے، وہ میری روح کو جگمگانے لگے
اللہ اللہ جلوہ گرِ حُسن جب نورِ عرفاں سے یہ میرا سینہ بنا

محویت شوق کی اور بڑھتی گئی، وہ تصوُّر میں تشریف لانے لگے
تلخیٔ ہجر بھی راس آنے لگی دل محبّت کا جب سے خزینہ بنا

یاد کرتا ہوں ان کو میں صُبح و مسا، ہے محمدؐ محمدؐ وظیفہ مرا
ان کی چشمِ کرم ہے جو ستّارؔ اب، زندگی کا مری یہ قرینہ بنا

("مُعطر مُعطر" سے)

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جہانِ حُسن میں ناز آفریں ہو یا رسولؐ اللہ
خدا کے بعد تم سب سے حسیں ہو یا رسولؐ اللہ

یہ چشمِ مست، یہ گیسو، یہ خال و عارض و ابرو
سراپا پیکرِ نُور مُبیں ہو یا رسولؐ اللہ

رضائے خالقِ اکبر ہو تم اے جانِ محبُوبی
تمھی تو عرش کے مسند نشیں ہو یا رسولؐ اللہ

تمہارے وصف کے قائل ہیں سارے دشمنِ دیں بھی
کہ تم عادِل ہو، صادِق ہو، امیں ہو یا رسولؐ اللہ

جو تم مختار و قاسم ہو تو یہ سارا جہاں آقاؐ
نہ پھر کیوں آپ کے زیرِ نگیں ہو یا رسولؐ اللہ

جدھر دیکھو، وہاں ہیں بس تمہارے حُسن کے جلوے
مدینہ پھر نہ کیوں خُلدِ بریں ہو یا رسولؐ اللہ

یہی حسرت ہے ستّارِ حزیں کی، دم نکل جائے
تمہارے در پہ جب اس کی جبیں ہو یا رسولؐ اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

وہ حق نُما ہے آئینۂ حُسنِ ذات ہے
روشن اُسی کے جلوؤں سے یہ کائنات ہے

جنّت کو سجتے دیکھا تو حُوروں نے یہ کہا
خالق کے گھر میں آج یہ کس کی برات ہے

اک رات جس میں طالب و مطلوب مل گئے
بے شک ہزار راتوں سے بہتر وہ رات ہے

مٹ جاؤ ان پہ عاصیو! تم سے جو ہو سکے
بس ان کے عشق ہی میں تمہاری نجات ہے

اس کو نہیں ہے گردشِ دوراں کا کوئی غم
جس پہ حضورؐ کی نگہِ التفات ہے

ان کا ہی ذکر، ان کی مُدح، ان کا تذکرہ
مجھ خستہ جاں کی یہ ہی متاعِ حیات ہے

ستّار مجھ پہ رشک ہے سارے جہان کو
میں اُن کا ہو گیا ہوں بس اتنی سی بات ہے

عجب پُرکشش ہے بہارِ مدینہ
جسے دیکھیے، ہے نثارِ مدینہ

شب و روز ہوتی ہے رحمت کی بارش
مُعطّر ہیں لیل و نہارِ مدینہ

ہر اک سُو ہیں نقشِ کفِ پا کے جلوے
منوّر ہے ہر رہ گزارِ مدینہ

بہت ناز ہے تجھ کو جنّت پہ رضواں
ذرا دیکھ نقش و نگارِ مدینہ

جھکاتی ہے سر کو یہاں سب خدائی
یہ ہے مسکنِ تاجدارِ مدینہ

جہاں چین پاتے ہیں سب غم کے مارے
وہ ہے اللہ اللہ دیارِ مدینہ

وہ چہرہ الگ سب سے چمکے گا، جس پر
قیامت میں ہو گا غبارِ مدینہ

(مُعطر مُعطر سے)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سب مہ وشانِ دہر سے خُوش تر حضورؐ ہیں
حسن خدائے پاک کا مظہر حضورؐ ہیں

ان کی سپاس و مدح رقم ہے "کتاب" میں
محبوبِ حق ہیں، طاہر و اطہر حضورؐ ہیں

تشنہ لبو! ہے گرمیِ محشر کا خوف کیوں
شکرِ خدا کہ ساقیِ کوثر حضورؐ ہیں

سب بے زباں ہیں اہلِ زباں اُن کے سامنے
علمِ خدا کا منبع و مصدر حضورؐ ہیں

ملتا ہے اک سکون مجھے اُن کے ذکر سے
یعنی تسلّیِ دلِ مضطر حضورؐ ہیں

ستّار غم ہے پُرسشِ محشر کا کس لیے
کچھ غم نہ کر کہ شافعِ محشر حضورؐ ہیں

(مُعطر مُعطر سے)

صلی اللہ علیہ وسلم

صورتِ زیبا پیکر تاباں، حسنِ مکمل نورِ مجسّم
مالکِ کوثر لطفِ فراواں، جانِ مسیحاؑ عزّتِ آدمؑ
شانِ تکلّم شرحِ قرآں، موجِ تبسّم نور کا طوفاں
شمعِ شبستاں رُوئے درخشاں، عہدِ بہاراں بخشش پیہم
حُسن خدائے پاک کا مظہر، سب سے برتر، سب سے بہتر
سارے جہاں سے ارفع و اعلیٰ سب سے مکرّم سب سے معظّم
جلوہ فزائے عالمِ امکاں، رازِ عروجِ ہستیٔ انساں
رحمتِ یزداں نازشِ دوراں، فخرِ رسولاں سیّدِ عالمؐ
فیض و عطا سے کون مبرّا، جُود و سخا سے کون ہے خالی
کس پہ نہیں ہے آپؐ کا احساں، کس پہ نہیں ہے لطفِ پیہم
اوجِ رسائے فہم بھی آقاؐ، آپ کی گردِ پا کو نہ پہنچی
آپؐ سراپا بحرِ کرم ہیں، میں ہوں فقط اک قطرۂ شبنم
ایک مری یہ جانِ حزیں کیا، ماہ و انجمُ و نیّرِ تاباں
غنچہ و گُل سب گلشنِ ہستی آپ پہ قرباں شاہِ دو عالمؐ

("مُعطر مُعطر" سے)

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ہر طرف آپؐ کا عکسِ رُخِ زیبائی ہے
آپؐ ہی سے مہ وانجمُ نے ضیا پائی ہے
آپؐ سے پہلے تھا ہر سمت خزاں کا عالم
آپؐ آئے تو گُلستاں میں بہار آئی ہے
آپؐ کے حسنِ تبسُّم کی نمایاں ہے جھلک
مسکراتے ہوئے غنچوں میں جو رعنائی ہے
آپؐ کے نُور سے پیدا ہوئے دونوں عالم
آپؐ کے جلووں کی سب انجمن آرائی ہے
آپؐ کی دید ہے دیدارِ خداوندِ کریم
آپؐ کے حُسن میں اک شعلۂ یکتائی ہے
آہ ونالہ ہے، نہ فریاد وفغاں ہے آقاؐ
آپؐ کی یاد ہے اور گوشۂ تنہائی ہے
مجھ سے بے علم کو بخشا جو یہ اندازِ سخن
اپنے ستّار کی کیا حوصلہ افزائی ہے

("مُعطر مُعطر" سے)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نظارہ کر رہا تھا میں ادب سے سنگِ اسود کا
نظر میں تھا مری خالِ رُخِ زیبا محمدؐ کا

خدا عاشق ہے اُن کا اور وہ مُشتاق خالق کے
عجب سرِّ نہاں ہے عشق کے اس ربطِ بے حد کا

ہُوئے کعبہ میں بُت لرزاں، گرے کسریٰ کے کنگورے
تہلکہ مچ گیا رُوئے زمیں پر اُن کی آمد کا

محیطِ شوق ہیں عاشق جو صحرائے مُحبت میں
پتا ملتا نہیں اب عشقِ احمدؐ کی کسی حد کا

خُدا مجھ کو کسی صورت مدینے میں جو پہنچا دے
کروں جی بھر کے پھر میں بھی نظارہ سبز گنبد کا

غلامِ در ہے تُو کس کا، کوئی ستّار جب پوچھے
تو کہہ دیجے محمدؐ کا محمدؐ کا محمدؐ کا

(”مُعطر مُعطر“ سے)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بہارِ صُبحِ ازل ہے جمالِ رُوئے رسولؐ
جسے بھی دیکھیے، ہے محوِ آرزوئے رسولؐ

عروجِ فکر و نظر شرحِ گفتگوئے رسولؐ
کمالِ لُطف و عطا ہے کمالِ خُوئے رسولؐ

ہر ایک ذرّۂ دل میں ہے ان کا عکسِ جمیل
نگاہِ شوق کو پھر بھی ہے آرزوئے رسولؐ

ہے اُن کا حسنِ تبسم چمن میں عطر فشاں
ہر ایک غنچہ و گُل میں بسی ہے بُوئے رسولؐ

ملی ہے مجھ کو عجب لذّتِ سجُود و قیام
زہے نصیب کہ کعبہ ہے میرا کُوئے رسولؐ

مرے حضورؐ سے میرا سلام کہہ دینا
نسیمِ صبح! گزر ہو جو تیرا سُوئے رسولؐ

خدا مدینے میں ستّار مجھ کو پہنچا دے
تو نعتِ پاک پڑھوں جا کے رُوبروئے رسولؐ

(”مُعطر مُعطر“ سے)

مستوں کا آپ کے ہے عجب مطمحِ نظر
کرتے ہیں سجدہ آپؐ کی چوکھٹ کو چوم کر

یہ بارگاہِ حسنِ عدیم المثال ہے
روح الامینؑ جھکاتے ہیں اِس آستاں پہ سر

عاشق خدا ہے خود بھی تمہارے جمال پر
ثانی نہیں تمہارا کوئی شاہِ بحر و بر

نبیوں کے پیشوا ہو، خدا کے حبیبؐ ہو
تم سا ہُوا، نہ ہو گا کہیں کوئی خوب تر

تم رونقِ ازل ہو، تمہی حسنِ کائنات
تم سے ہے فیض یاب ہر آئینۂ نظر

ستّار وارثی ہے یہی میری بندگی
نعتِ رسولؐ پاک ہے میری زبان پر

("معطر معطر" سے)

اللہ اللہ ارفع و اعلیٰ ہے کیا شانِ رسولؐ
خالقِ کون و مکاں ہے خود ثنا خوانِ رسولؐ

کون ہے جس پر نہیں عالم میں احسانِ رسولؐ
ہے ازل سے موجزن دریائے فیضانِ رسولؐ

مجمعِ اوصافِ محبوبی ہیں سرکارِ جہاں
جس کو دیکھو، وہ ہُوا جاتا ہے قربانِ رسولؐ

سیرتِ خیر الوریٰ تفسیر ہے قرآن کی
ہے خدائے پاک کا فرمان فرمانِ رسولؐ

خاک کا بستر، غذا جَو اور تکیہ اینٹ کا
یہ متاعِ زیست تھی اور یہ تھا سامانِ رسولؐ

ہے حضورِ کبریا دن رات میری التجا
ہو عطا یا رب مجھے اب نورِ عرفانِ رسولؐ

مجھ سا عاصی بھی ہے نازاں ان کی شانِ عفو پر
مجھ پہ ہے سایہ فگن ستّار دامانِ رسولؐ

("معطر معطر" سے)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جب سے ملا ہے درد ترا دائمی مجھے
مایوس کر سکا نہ غمِ زندگی مجھے

لے چل درِ حبیبؐ پہ اے بیخودی مجھے
کرنا ہے وقف ان کے لیے زندگی مجھے

رونا مرا وضو ہے، عبادت ترا خیال
بس یہ نمازِ شوق ہی راس آ گئی مجھے

تو آفتابِ حُسن ہے، مَیں ذرّہ حقیر
بخشی ہے تیرے جلووں نے تابندگی مجھے

تیری رضا پہ کر دُوں میں قربان ہر خوشی
مل جائے اب تو عشق میں وہ آگہی مجھے

دنیا بدل گئی مرے صبر و قرار کی
جب سے دیا ہے تو نے غمِ عاشقی مجھے

ستّار اب حرم سے غرض ہے، نہ دیر سے
ہے بس خیالِ یار سے دل بستگی مجھے

(آیۂ رحمت سے)

صلی اللہ علیہ وسلم

پیکرِ نور ہے واللہ سراپا تیرا
غیرتِ شمس و قمر ہے رُخِ زیبا تیرا

دیکھا جس نے بھی، کہا صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ
حُسن والوں میں الگ سب سے ہے جلوہ تیرا

پڑ گئے ماند وہ چہرے جو مقابل آئے
سارے چہروں سے منوّر ہے وہ چہرا تیرا

دیکھ کر جس کو خود عاشق ہوا نقّاشِ ازل
سارے نقشوں سے نرالا ہے وہ نقشہ تیرا

کیسے ممکن ہے کہ سایہ ہو ترا جانِ جہاں
رہ گیا پڑ کے دو عالم پہ جو سایہ تیرا

میں تصوّر میں کیا کرتا ہوں تجھ کو سجدے
سامنے ہوتا ہے جب بھی قدِ بالا تیرا

دولتِ کون و مکاں کا نہیں طالب ستّار
عمر بھر ملتا رہے بس اسے صدقہ تیرا

(آیۂ رحمت سے)

اللہ رے یہ فیضِ جمالِ محمدیؐ
اُن کی شعاعِ حُسن سے ہر شے چمک اٹھی

شمس و قمر میں نُور اُنھی کا ہے ضَوفشاں
وہ دن کی روشنی ہیں، وہی شب کی چاندنی

روشن ہیں شرق و غرب، شمال و جنوب سب
چاروں طرف انہی کے کرم سے ہے روشنی

اُن کے غلام شاہوں سے بڑھ کر ہیں باوقار
ہوں حضرتِ بلالؓ کہ سلمانِ فارسیؓ

گم ہوں میں بس اُنہی کے تصوُّر میں رات دن
آیا ہے مجھ کو راس یہی کیفِ بے خودی

محبُوب ہیں خدا کے، دو عالم کے تاجدار
اُن سا ہُوا ہے اور نہ ہو گا کہیں کوئی

روشن ہے ہر گھڑی دلِ ستّار کا چراغ
جب سے ملی ہے عشقِ محمدؐ کی روشنی

(آیۂ رحمت سے)

کہانی ---- چاڈ کے بچے کی!

چاڈ کے دارالحکومت انجامینا میں ایک غیر مسلم غریب خاندان آباد ہے جو والدین اور پانچ بچوں پر مشتمل ہے۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۹۲ء کو اس گھر میں چھٹا بچہ پیدا ہوا۔

چاڈ کے اخبارات کے مطابق ماں کو ولادت کے وقت کسی طرح کی کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ ولادت کے وقت نگران دائی نے بچے کے بائیں بازو پر حروف کی مشابہت جیسی ایک عجیب چیز دیکھی۔ اس زبان سے وہ نامانوس تھی چنانچہ اس نے اس سلسلے میں ہمسایہ خاتون سے تعاوُن حاصل کیا جو عربی زبان جانتی تھی۔ جب اس نے بچّے کے بازو کو دیکھا تو حیران رہ گئی اور بچے کے والدین کو بتایا کہ اس کے بازو پر اسم "محمدؐ" لکھا ہوا ہے۔ پھر چاڈ میں شئونِ اسلامیہ کی کمیٹی کو خبر کی گئی۔ کمیٹی کے صدر کچھ علماء کے ہمراہ فوراً اس گھر آئے اور بذاتِ خود اس معاملہ کو دیکھا اور تحقیق کی۔ پھر انہوں نے یہ خبر ٹیلیویژن پر نشر کر دی۔ لوگ جوق در جوق اس گھر کا رُخ کرنے لگے۔

صدرِ مملکت اپنے وزرا کے ہمراہ اس سعادت مند بچے کو دیکھنے کے لیے اس غریب خاندان کے گھر آئے۔ پھر شئونِ اسلامیہ کی کمیٹی نے اپنے اخراجات پر بچے اور اس کے خاندان کو ایک ہوٹل میں منتقل کر دیا اور مجلس (کمیٹی) نے بچے اور اس کے اہلِ خانہ کے تمام اخراجات بچے کے جوان ہونے تک برداشت کرنے کا اعلان کر دیا۔

چاڈ کے صدر نے بچے کے لیے ایک چھوٹے ہاتھی کا تحفہ بھیجا۔ پھر ہر طرف سے تحائف آنا شروع ہو گئے۔ بچے کی ولادت کے جشن منائے جانے لگے۔

بچے کے گھر والوں کا کہنا ہے کہ بچہ انتہائی خوبصورت تولّد ہوا ہے اور انہوں نے اس کا نام "محمدؐ" رکھا ہے۔ یہ سارا قصہ وہاں (چاڈ) کے ذرائع ابلاغ نے بتایا ہے۔

ہفت روزہ "ماجد"۔ ابو ظہبی (متحدہ عرب امارات) شمارہ نمبر ۷۲۲۔ ۲۳ دسمبر ۱۹۹۲ء۔ ص ۴۲

قارئینِ محترم سے التماس

میری صلاحیتیں والدین کے حُسنِ تربیت کے باعث نعت کی خدمت کے لئے مختص ہوئی ہیں اور ماہنامہ "نعت" لاہور کا اجرا میرے والدِ مرحوم راجا غلام محمد صاحبؒ (متوفی ۱۶ مئی ۱۹۸۸ء بروز پیر) اور میری والدۂ مرحومہ نُور فاطمہؒ (متوفیہ ۱۹؍ اگست ۱۹۹۰ بروز اتوار) کی اشیرباد سے ہوا۔ اس لئے اگر آپ کو ماہنامہ "نعت" میں کوئی چیز پسند آجائے تو ان کی بلندیٔ درجات کے لئے دعا کریں۔

(ایڈیٹر)

ماہنامہ "نعت" لاہور کے خاص نمبر

۱۹۸۸ (جنوری تا دسمبر)

- حمدِ باری تعالیٰ
- نعت کیا ہے
- مدینۃ الرسولؐ (اوّل و دوم)
- اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (اول و دوم)
- نعتِ قدسی
- غیر مُسلموں کی نعت (اول)
- رسولؐ نمبروں کا تعارُف (اوّل)
- میلادُ النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم (حصہ اول، دوم و سوم)

۱۹۸۹ (جنوری تا دسمبر)

- لاکھوں سلام (اول و دوم)
- رسولؐ نمبروں کا تعارُف (دوم)
- معراجُ النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم (اول و دوم)
- غیر مُسلموں کی نعت (دوم)
- کلامِ ضیاء القادری (اول و دوم)
- اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (سوم)
- درُود و سلام (حصہ اول، دوم و سوم)

۱۹۹۰ (جنوری تا دسمبر)

- حسن رضا بریلوی کی نعت
- رسولؐ نمبروں کا تعارف (سوم)
- درود و سلام (چہارم، پنجم و ششم)
- غیر مسلموں کی نعت (سوم)
- اُردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (چہارم)
- وارثیوں کی نعت
- آزاد بیکانیری کی نعت (اول)
- درود و سلام (ہفتم و ہشتم)

۱۹۹۱ (جنوری تا دسمبر)

- شہیدانِ ناموسِ رسالت (اول، دوم، سوم، چہارم و پنجم)
- غریبؔ سہارنپوری کی نعت
- نعتیہ مسدّس
- فیضانِ رضا
- عربی ادب میں ذکرِ میلاد
- سراپائے سرکار صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم
- اقبال کی نعت
- حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا بچپن

ماہنامہ نعت لاہور ۱۹۹۲ء کے خاص نمبر

جنوری	نعتیہ رباعیات
فروری	آزاد بیکانیری کی نعت (حصہ دوم)
مارچ	نعت کے سائے میں
اپریل	حیاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت (اول)
مئی	حیاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت (دوم)
جون	حیاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت (سوم)
جولائی	غیر مسلموں کی نعت۔ حصہ چہارم (لالہ لچھمی نرائن سخا کی نعت گوئی)
اگست	آزاد نعتیہ نظم
ستمبر	سیرتِ منظوم
اکتوبر	سراپائے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (حصہ دوم)
نومبر	سفرِ سعادت، منزلِ محبت (حصہ اول)
دسمبر	سفرِ سعادت، منزلِ محبت (حصہ دوم)

۱۹۹۳ کے خاص نمبر

- ○ جنوری — ۹۳ (قطعات)
- ○ فروری — عربی نعت اور علامہ نبہانیؒ
- ○ مارچ — ستّار وارثی کی نعت گوئی
- ○ اپریل — حضورؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور بچے

قرآنِ حکیم کی مقدس آیات اور احادیثِ نبویؐ آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ ماہنامہ نعت کا ہر صفحہ حضورِ سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے ذکرِ مبارک سے مزیّن ہے۔ لہٰذا ماہنامہ نعت کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

ایڈیٹر نعت کے اردو مجموعہ ہائے نعت

۱۔ وَرَفعنا لکَ ذِکرَک (۱۳۹۷ ہجری)

☆☆☆ یہ اُن کے پہلے اُردو مجموعۂ نعت کا تاریخی نام ہے۔ کتاب ۱۹۷۷ء میں چھپی، اور اب ناپید ہے۔ کتاب میں دو حمدیں، ۷۳ نعتیں اور ۱۴ مناقب ہیں۔ آخر میں منظوم و منثور تقاریظ ہیں۔

۲۔ حدیثِ شوق

☆☆☆ دوسرا مجموعۂ نعت جو سب سے پہلے ۱۹۸۲ء میں، پھر ۱۹۸۴ء میں اور ۱۹۸۶ء میں شائع ہوا۔ کتاب میں ۷۸ نعتیں جن میں حضور حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء کے لیے کہیں تُو یا تُم کا استعمال نہیں کیا گیا۔

۳۔ منثورِ نعت

☆☆☆ اُردو اور پنجابی نعتیہ فردیات کا مجموعہ جو ۱۹۸۸ء میں طبع ہوا۔ (نعت کے حوالے سے چھپنے والا یہ فردیات کا پہلا مجموعہ ہے)

۴۔ سیرتِ منظوم

☆☆☆ ۹۲ کا تحفہ۔ قطعات کی صورت میں پہلی منظوم سیرت ہے۔

۵۔ "۹۲"

☆☆☆ ۹۲۔ اردو نعتیہ قطعات کا مجموعہ جسے شہناز کوثر اور اظہر محمود نے مرتب کیا۔

ایڈیٹر نعت کے پنجابی مجموعہ نعت

نعتاں دی اَٹّی

○... پنجابی نعت کا پہلا دیوان جس میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ظاہری حیاتِ پاک کے ۶۳ برسوں کے حوالے سے ۶۳ نعتیں ہیں۔ کتاب پر بارھویں "قومی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کانفرنس" منعقدہ بارہ ربیع الاول ۱۴۰۸ ہجری میں صدارتی ایوارڈ دیا گیا۔ حدیثِ شوق، سیرتِ منظوم اور "۹۲" کی طرح اِس پنجابی مجموعۂ نعت میں بھی حضور سرورِ کائنات علیہ السّلام والصلوٰۃ کے لیے" تُو یا تُم" کا صیغہ استعمال نہیں کیا گیا۔ کتاب کا انتساب کرامت علی شہیدیؒ کے نام ہے۔ کتاب پہلی بار ۱۹۸۵ء میں اور دوسری بار ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی۔

حق دی تائید

○... یہ ایڈیٹر نعت کی پہلی مختصر منظوم مطبوعہ تصنیف ہے جس میں پنجابی کلام زیادہ ہے۔ دو نظمیں اردو میں ہیں۔ یہ کتابچہ ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا۔

منثورِ نعت

○... کتاب کے آخری صفحات (۱۳۳ یا ۱۷۴) میں پنجابی فردیات ہیں۔

ایڈیٹر نعت کے انتخاب نعت

۱۔ مدحِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

○○۔ ۱۹۷۳ء میں پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ نے دو رنگوں میں شائع کی۔ کتاب کے پہلے حصے میں کم عمر بچوں کی ذہنی استعداد کو سامنے رکھا گیا ہے اور دوسرے حصے میں ایسی نعتیں شامل کی گئیں ہیں جنہیں ثانوی اور اعلیٰ ثانوی جماعتوں کے طالبِ علم بآسانی سمجھ سکیں۔ کتاب ۲۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

۲۔ نعتِ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

○○۔ کتاب کا نام تاریخی ہے۔ یہ ۱۹۸۲ء میں مرتب ہوئی اور پہلی بار اسی سال چھپی۔ دوسرا ایڈیشن بڑے سائز پر دو سال بعد شائع ہوا۔ کتاب میں ڈیڑھ سو سے زیادہ نعت گووں کا کلام شامل ہے۔

۳۔ نعتِ حافظ

○○۔ حافظ پیلی بھیتی کے آٹھ نعتیہ دواوین کا انتخاب۔ پونے تین سو صفحات۔

۴۔ قلزمِ رحمت

○○۔ امیر مینائی کی نعتوں کا انتخاب۔ تحقیقی مقدمے کے ساتھ

اسلامی موضوعات پر ایڈیٹر نعت کی تصانیف

۱۔ احادیث اور معاشرہ

○۔ اصلاحِ معاشرہ کے موضوع پر حضور سرورِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیس احادیثِ مقدسہ کی تشریح

۲۔ ماں باپ کے حقوق

○۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اہلِ ایمان کی اہم ذمہ داری پر ایک اہم کتاب جو اس موضوع پر نہایت اہم دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔

۳۔ حمد و نعت

○۔ مدحتِ خدا و رسولِ خدا (جلّ شانہٗ، و صلی اللہ علیہ وسلم) پر ۲۱ مضامین اور ۴۹ منظومات کا حسین گلدستہ۔ ۲۰۸ صفحات

۴۔ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

○۔ ۱۸ مضامین اور ۸۰ کے قریب میلادیہ نعتوں پر مشتمل ۳۳۶ صفحات کی کتاب، جس میں صرف میلاد ہی کے موضوع پر مواد ہے۔

۵۔ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

○۔ ۲۰۸ صفحات کی اس کتاب میں ۱۸ مضامین اور ۵۷ منظومات ہیں جن سے اس شہر مقدس کے بارے میں اہلِ محبت کے جذبات ظاہر ہوتے ہیں۔

تاریخ اور تاریخی شخصیات پر ایڈیٹر کی کتابیں

۱۔ اقبالؒ و احمد رضاؒ۔ مدحت گرانِ پیغمبرؐ

☆☆... حکیم الامت علامہ اقبالؒ اور مولانا احمد رضا بریلویؒ کی قدرِ مشترک پر ایک جامع تحریر۔ کتاب کے چار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

۲۔ اقبالؒ، قائدِ اعظمؒ اور پاکستان

☆☆... بانیٔ پاکستان، شاعرِ مشرق اور مملکتِ خداداد کے بارے میں نہایت اہم مضامین۔ دو ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

۳۔ قائدِ اعظمؒ .... افکار و کردار

☆☆... بابائے قوم حضرتِ قائد اعظمؒ کی تقاریر کے حوالے سے ان کے افکار و کردار میں یکسانیت کے موضوع پر بصیرت افروز مضامین

۴۔ تحریکِ ہجرت ۱۹۲۰ء

☆☆... تحریک کے اسباب و عِلَل اور اس کے عواقب و نتائج کا پہلا تاریخی و تحقیقی تجزیہ جو حقائق کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ ۴۶۴ صفحات کی اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن زیرِ طبع ہے۔

ایڈیٹر نعت کی مزید کتابیں

۱۔ میرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

○... سیرت و محبتِ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختلف موضوعات پر فکر انگیز اور بصیرت افروز مضامین کا مجموعہ۔ دو ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

۲۔ قرطاسِ محبت

○... حضور رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی محبت اور درود و سلام کی اہمیت پر تحریر کردہ مضامین کا مجموعہ

۳۔ سفرِ سعادت، منزلِ محبت

○... ۱۹۸۹ء، اور ۱۹۹۱ء میں حرمین شریفین میں حاضری کی یادداشتیں جو بے تکلفی سے دل کی زبان میں تحریر کی گئی ہیں۔ ۲۲۸ صفحات

۴۔ ○... میلادِ مصطفیٰ (علیہ السلام والثنا)، عظمتِ تاجدارِ ختم نبوتؐ، قادیانی---- ایک تعارف، غازی علم الدین شہید---- اور دوسرے کتابچے جو وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے۔

۵۔ راج دلارے

○... بچوں کے لیے نظمیں۔ دو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں

٩٢ کا تحفہ

٩٢ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسمِ گرامی "محمدؐ" (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا عدد ہے،
اس حوالے سے مصنف نے اس سال جو کام کیا ہے، اس کا اجمالی خاکہ یہ ہے۔

مطبوعہ

۱ : ٩٢ (نعتیہ قطعات)

۲ : سیرتِ منظوم (بصورتِ قطعات)

۳ : سفرِ سعادت، منزلِ محبت (سفرِ حرمین کی یادداشتیں)

۴ : قرطاسِ محبت (حضور علیہ التحیۃ والتسلیم کی محبت اور اس کے مظاہر)

زیرِ طبع

۵ : تسخیرِ کائنات اور مسخرِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
بیس ابواب میں رحمۃ للعالمین کی تفسیر

۶ : ایک ضخیم انتخابِ نعت (مبسوط تحقیقی مقدمے کے ساتھ)
تین جلدوں میں

۷ : داعیٔ صلح و امن صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

۸ : خالق اور مخلوق کا مشترکہ وظیفہ — درود پاک

۹ : پاکستان میں نعت
قیامِ پاکستان کے بعد نعت گوئی اور نعت خوانی پر تحقیق

۱۰ : حمدِ خدا (انتخاب)

۱۱ : نعتِ مصطفیٰ علیہ السلام والثناء (انتخاب)

غیر مطبوعہ کتب

۱ : اوّلیاتِ نعت

۲ : غیر مسلموں کی نعت

۳ : چند مرحوم نعت گو

۴ : قرآنِ جمال (حسن رضا بریلوی کی نعتوں کا انتخاب)

۵ : خزینۂ رحمت (غریب سہارنپوری کی نعتوں کا انتخاب)

۶ : کلیاتِ کافی (کفایت علی کافی شہیدؒ کی نعتیں)

۷ : شمعِ حرم کی تابشیں (علامہ ضیاء القادری بدایونی کا وہ نعتیہ کلام
جو اُن کے مجموعہ ہائے نعت میں نہیں ہے)

۸ : ثنائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (انتخاب)

۹ : ارمان مدینے والے دا (انتخاب)

۱۰ : فاروقِ اعظمؓ (خلیفۂ راشد کے منظوم مناقب)

۱۱ : منظوماتِ محمود

۱۲ : صلحائے اُمت

۱۳ : ڈھڈ پٹیر (پنجابی انشائیے)

۱۴ : شہیدانِ ناموسِ رسالت

بسم اللہ الرحمن الرحیم
جہاد بالسیف
جہاد بالنفس
جہاد بالقلم
کفر والحاد کے خلاف ہر محاذ پر قیامت تک جہاد جاری رہنا چاہیے
اِدارہ معارفِ نعمانیہ لاہور
مؤسس ۱۹۸۹ء
جہاد بالقلم جاری رکھے ہوئے ہے
آپ بھی ادارہ معارفِ نعمانیہ کی رُکنیت اختیار فرما کر
اس جہاد میں شمولیت کا شرف حاصل کریں۔
فارم رُکنیت ادارہ معارفِ نعمانیہ ۲۲۳ شادباغ لاہور
سے طلب فرمائیں۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۲۹۱

ماہنامہ **نعت** لاہور